نغمۂ نور

بہزاد لکھنوی

حالی پبلشنگ ہاؤس دہلی

کتابت — سید احمد علی بھوپالی
طباعت — خواجہ پریس دہلی
بار — ہشتم
قیمت — ایک روپیہ بارہ آنے

گذارش

حضرت بہزاد لکھنوی کے متعلق مجھے کچھ اس لئے نہیں کہنا کہ بلا مبالغہ ہر اُردو جاننے والا اُن کے کلام سے واقف ہے اور اُن کا کلام ایک ایسا آئینہ ہے جس میں اُن کی شاعرانہ فطرت کے جُملہ خد و خال نُمایاں ہیں۔ حضرت بہزاد کے اشعار کی تعداد غیر محدود ہے۔ جب موصوف سے اُن کے دیوان کی فرمائش کی گئی تو معلوم ہوا کہ انھوں نے اپنا کلام کبھی محفوظ نہیں رکھا۔ چنانچہ ان کے حافظے میں جو کچھ بھی محفوظ تھا اُسے صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا۔ اور اس میں اشعار جدید کا اضافہ کیا۔ اس طرح "نغمۂ نور" مرتب ہوا۔ امید ہے کہ شائقین کے لئے فردوسِ گوش ثابت ہوگا۔

شاہد احمد دہلوی

اظہارِ حقیقت

نہ مَیں شاعر ہوں نہ مجھے دعویٰ شاعری ہے۔ اِتنا ضرور ہے کہ مجھ پر ایک کیفیت ہی جو مجھے مجبور کر دیتی ہی کہ مَیں کچھ کہہ لوں۔ قلبی علالت کے باعث مستقل اضطراب کا شکار رہوں۔ یہی وجہ ہے کہ جو کچھ میں نے کہا محفوظ رہ نہ سکا۔ بھائی شاہدؔ کے انتہائی اصرار پر اپنے حافظے سے یہ اشعار نکال کر پیش کر رہا ہوں۔ میرے کلام میں اغلاط ضرور ہیں۔ مجھے اپنی کم علمی اور عدم قابلیت کا اعتراف ہے۔ اہلِ نظر مجھے معاف فرمائیں!

خادمُ الشعراء

بہزاد لکھنوی

تُو ہی تُو کُل جہاں کا ہے رحمٰن اے خُدا
سارے جہاں پہ ہی ترا احسان اے خُدا

تیرے کرم سے حُسن ہے تیرے کرم سے عشق
کیوں کر نہ تجھ پہ ہو کوئی قُربان اے خُدا

انکار تیری ذات سے انسان کر سکے
اس کا تو کوئی بھی نہیں امکان اے خُدا

یہ درد، یہ تڑپ، یہ خلش، یہ غمِ فراق
سب ہے ترا کرم ترا احسان اے خُدا

بہزاد کو ہر ایک مُراد اس کی مل چُکی
یثرب کا رہ گیا ہے بس ارمان اے خُدا

○

نعتِ پاک

للہ کرم کیجئے سرکارِ مدینہ
مجھ کو بھی دکھا دیجئے دربارِ مدینہ

درباروں میں دربار ہے دربارِ مدینہ
سب سے بڑی سرکار ہے سرکارِ مدینہ

ہر جا پہ نظر آتے ہیں انوارِ مدینہ
اللہ ری اے شمعِ ضیا بارِ مدینہ

کچھ اپنے غلاموں کی خبر ہے کہ نہیں ہے
یا مطّلبی سیّدِ ابرارِ مدینہ

بہزاد مجھے خوف نہیں روزِ جزا کا
آقا ہیں مرے احمدِ مختارِ مدینہ

○

غزلیات

بدلی بدلی تری نگاہ رہے — ہاں مری زندگی تباہ رہے
آہ کرتا ہوں اس لئے ہردم — میرے غم کا خدا گواہ رہے
تونے اوروں پہ کی نگاہِ کرم — ہم ترے واسطے تباہ رہے
حسن والے تری نظر کے نثار — امتیازِ دل و نگاہ رہے
عاشقی کا مزا جب ہی تک ہے — لب پہ نالہ رہے نہ آہ رہے
رہروِ راہِ عاشقی ہشیار — آج باقی نہ کوئی راہ رہے
اصل میں وہ نئے زمانے ہیں — جو ترے واسطے تباہ رہے
تیری رحمت ترے کرم کے نثار — ہم گنہ کر کے بے گناہ رہے
میرا جینا ہے دہر میں ممکن — ہاں اگر دل کو دل سے راہ رہے
لٹ گیا دین لٹ گیا ایمان — ہم تو ہر طرح سے تباہ رہے
ان کو سجدے تو کرلئے بہزاد — یہ گنہ بھی اگر گناہ رہے

○

ان کو بت سمجھا تھا یا ان کو خدا سمجھا تھا میں
ہاں بتا دے اے جبینِ شوق کیا سمجھا تھا میں

اللہ اللہ کیا عنایت کر گئی مضرابِ عشق
ورنہ سازِ زندگی کو بے صدا سمجھا تھا میں

ان سے شکوہ کیوں کروں ان سے شکایت کیوں کروں
خود بڑی مشکل سے اپنا مدعا سمجھا تھا میں

میری حالت دیکھئے میرا تڑپنا دیکھئے
آپ کو اس سے غرض کیا ہے کہ کیا سمجھا تھا مَیں

کُھل گیا یہ راز اُن آنکھوں کے اشکِ ناز سے
کیفیاتِ حُسن کو غم سے جُدا سمجھا تھا مَیں

اے جبینِ شوق ہاں تجھ کو بڑی زحمت ہوئی
آج ہر ذرّے کو اُن کا نقشِ پا سمجھا تھا مَیں

اک نظر پر منحصر تھی زیست کی کُل کائنات
ہر نظر کو جانِ جانِ مدعا سمجھا تھا مَیں

آ رہا ہے کیوں کسی کا نام ہونٹوں تک مری
اے دلِ مضطر تجھے صبر آزما سمجھا تھا مَیں

آپ تو ہر ہر قدم پر ہو رہے ہیں جلوہ گر
آپ کو حدِّ نظر سے ماورا سمجھا تھا مَیں

یہ فغاں، یہ شور، یہ نالے، یہ شیون تھے فضول
کیا تباہی تھی محبت اور کیا سمجھا تھا مَیں

اُس نگاہِ ناز نے بہزاد مجھ کو کھو دیا
جس نگاہِ ناز کو اپنی دوا سمجھا تھا مَیں

○

ترے عشق میں زندگانی لُٹا دی — عجب کھیل کھیلا جوانی لُٹا دی
نہیں دل میں داغِ تمنا بھی باقی — انھیں پر سے انکی نشانی لُٹا دی
کچھ اس طرح ظالم نے دیکھا کہ ہم نے — نہ سوچا نہ سمجھا جوانی لُٹا دی
تمھارے ہی کارن تمھاری بدولت — تمھاری قسم زندگانی لُٹا دی

اداؤں کو دیکھا نگاہوں کو دیکھا
ہزاروں طرح سے جوانی لٹادی

غضب تو یہ ہی ہم نے محفل کی محفل
سنا کر وفا کی کہانی لٹادی

جہاں کوئی دیکھا حسیں جلوہ آرا
وہیں ہم نے اپنی جوانی لٹادی

نگاہوں سے ساقی نے صہبائے الفت
ستم یہ ہے تا دورِ ثانی لٹادی

جوانی کے جذبوں سے اللہ سمجھے
جوانی جو دیکھی جوانی لٹادی

بجھائی ہے پیاس آج دامن کی ہم نے
شرابِ نظر کر کے پانی لٹادی

نہ پوچھو نہ پوچھو تمہیں کیا بتاؤں
بڑی چوٹ کھائی جوانی لٹادی

تمہیں پر سے بہزاد نے بیخودی میں
کیا دل تصدق جوانی لٹادی

○

عشق کا اعجاز سجدوں میں نہاں رکھتا ہوں میں
نقشِ پا ہوتا ہے پیشانی جہاں رکھتا ہوں میں

میری نظروں کا تصدق ہے یہ حسنِ دلفریب
اپنی نظروں میں جمالِ دو جہاں رکھتا ہوں میں

اک نشیمن پھونک کر اے برق کیوں مسرور ہے
اک تصور میں بھی اپنے آشیاں رکھتا ہوں میں

ایک مدت ہم نوائی چرخ کے تاروں نے کی
اب تو ذروں کو شریکِ داستاں رکھتا ہوں میں

ان گریباں گیریوں پر کیوں تحیّر ہے تمہیں،
کیا سکونِ دل نصیبِ دشمناں رکھتا ہوں میں

فصلِ گل آتی ہے آنے دے گزر جانے بھی دے
دستِ وحشت صبر کر دامن کہاں رکھتا ہوں مَیں

بے زبانی پر کوئی للہ میری داد دے
کچھ نہیں کہتا ہوں اور مُنہ میں زباں رکھتا ہوں مَیں

میرے ذوقِ بندگی پر حُسنِ تعمیری نثار
ایک سجدے سے بنائے دو جہاں رکھتا ہوں مَیں

اب نہ بیمِ برق ہے مجھ کو نہ خوفِ باغباں
دو جہاں سے دُور اپنا آشیاں رکھتا ہوں مَیں

یا الٰہی میں کہاں ہوں کس کی بزمِ ناز ہے
یہ جبینِ شوق کو آخر کہاں رکھتا ہوں مَیں

جس پہ نازاں تھی مری کُل کائناتِ جسم و جاں
ہائے اے بہزاد اب وہ دل کہاں رکھتا ہوں مَیں

○

وفاؤں کے بدلے جفا کر رہے ہیں
میں کیا کر رہا ہوں وہ کیا کر رہے ہیں

تم ڈھائے جاؤ سلامت رہو تم
دُعا کرنے والے دُعا کر رہے ہیں

تری رحمتوں کا سہارا ہے ہم کو
ترے آسرے پر خطا کر رہے ہیں

ہیں دُنیا میں جتنے بھی مجبورِ اُلفت
تمھیں سے تمھارا گلہ کر رہے ہیں

محبت خطا ہی سمجھتے ہیں ہم بھی
خطا بخش دے ہم خطا کر رہے ہیں

ہمیں اپنے مٹنے کا کچھ غم نہیں ہے
تمھارے لیے ہم دُعا کر رہے ہیں

ترے آستانے کے سجدے ہیں باقی
ابھی سجدۂ نقشِ پا کر رہے ہیں

وفادار ہم سے زمانے میں کم ہیں
وفا ہم نے کی ہے وفا کر رہے ہیں

بتوں کے تصور میں محفل سجا کر — ہم اس طرح یادِ خدا کر رہے ہیں
کبھی ہاتھ رکھتے ہیں سینہ پہ میرے — کبھی تیر دل سے جدا کر رہے ہیں

نمازِ محبت کو بہزادِ مضطر
قضا کر چکے تھے ادا کر رہے ہیں

○

چشمِ پُر آب و دلِ درد آشنا رکھتا ہوں میں — یہ تمہارا ہی کرم ہے ورنہ کیا رکھتا ہوں میں
عشق گونا آشنائے مدعا رکھتا ہوں میں — پھر یہ کیا عالم ہے کیوں ان سے گلا رکھتا ہوں میں
میرے ہر اشکِ محبت میں ہے اک رودادِ عشق — اپنی دنیا ساری دنیا سے جدا رکھتا ہوں میں
داستاں میں چھوڑ جاتا ہوں جو الفاظِ اثر — مدعا یہ ہے دلِ بے مدعا رکھتا ہوں میں
مطمئن بالکل مری مستانہ واری سے نہ ہو — یہ حقیقت ہے کہ کچھ تم سے گلا رکھتا ہوں میں
حسن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مستانہ وار — آج پھر قصرِ محبت کی بنا رکھتا ہوں میں
میری رگ رگ کو طپیدہ پائیں گے اہلِ نگاہ — ایک عالم ابتدا تا انتہا رکھتا ہوں میں
ایک دن کر دیں گی یہ موجیں ہی ساحل آشنا — ایک کشتی ہے مگر نے ناخدا رکھتا ہوں میں
آ مری اندوہ گینی اب ترا ماتم کروں — اپنی دنیا کو مسرت آشنا رکھتا ہوں میں
کیسی آہیں، کیسے نالے، کیسا شیون، کیسا شور — اپنے پہلو میں دلِ درد آشنا رکھتا ہوں میں
اک نگاہِ ناز ہی نے لوٹ لی دنیا مری — اک نگاہِ ناز ہی کا آسرا رکھتا ہوں میں

اُن سے بہزادِ حزیں اُن کی شکایت کیا کروں
اپنی بربادی کا اپنے سے گلا رکھتا ہوں میں

○

ستم گر نے کیا خوب دادِ وفا دی — تبسم کیا اور بجلی گرا دی
کبھی آنکھ پھیری کبھی دل کو توڑا — کبھی یہ سزا دی کبھی وہ سزا دی

محبت بنی ہے جوابِ محبت — فلک رو دیا اور زمیں مسکرا دی
ذرا یہ بتا دو کہ کیا چاہتے ہو — ہماری نظر سے نظر کیوں ملا دی
محبت کے مالک میں قربان تیرے — مری زندگانی مٹا کر بنا دی
وفا اس کو کہتے ہیں کیا دہر والے — کیا اس نے جب ظلم میں نے دعا دی
نگاہِ محبت کے قربان جاؤں — مجھے تو نئی ایک دنیا دکھا دی
نقاب ان کے رخ سے جو محفل میں اٹھی — مری ہر نظر نے کسی کو دعا دی
مجھے لے چلا جب کہ صیاد میرا — نشیمن کے تنکوں نے مجھ کو صدا دی
محبت تو ہی مجھ کو ہر شے سے لیکن — تمھاری محبت نے دنیا بھلا دی

محبت نے بہزاد جب مجھ کو تاکا
مری موت پر زندگی مسکرا دی

○

ذروں کا پرستار ہوں ذروں پہ جبیں ہے — میرے لئے کعبہ ترے کوچے کی زمیں ہے
اب دوسرے عالم میں مرا قلبِ حزیں ہے — میرے لئے دنیا میں نہ دنیا ہے نہ دیں ہے
جس جا کہ میں رہتا ہوں وہاں کچھ بھی نہیں ہے — تم ہو نہ تو میں ہوں نہ فلک ہے نہ زمیں ہے
آغازِ محبت تو بڑا قلب نشیں ہے — انجامِ محبت کی خبر مجھکو نہیں ہے
یہ فیضِ محبت ہے محبت کے تصدق — میں اور کہیں ہوں مرا دل اور کہیں ہے
دل کو نہ یقین آئے تو میں کیا کروں اس کو — مجھکو تو ستمگر ترے وعدے کا یقیں ہے
یہ چاک گریباں ہے محبت میں ضروری — جس میں نہ ہو وحشت وہ محبت ہی نہیں ہے
میں مستِ تخیل ہوں تخیل کا تصدق — دنیائے تخیل کا ہر اک ذرہ حسیں ہے
ہر چیز پہ پڑتی ہیں مری مست نگاہیں — ہر چیز زمانے کی محبت میں حسیں ہے
تو مرکزِ صد عیش ہے میں مرکزِ صد محن — شاید مری دنیا تری دنیا سے حسیں ہے

بہزاد کا ایمان ہے تو اور ترا جلوہ
یہ مست نگاہی تری بہزاد کا دیں ہے

○

سرگشتہ ہوں منزل کے لئے — یعنی کہ تری محفل کے لئے
موجیں بھی تڑپتی رہتی ہیں — کشتی کے لئے ساحل کے لئے
ہر لحظہ دعائیں کرتا ہوں — قاتل کی قسم قاتل کے لئے
پھر اٹھے بگولے صحرا میں — لیلیٰ کے لئے محمل کے لئے
اک شمع کی خاطر بزم سجی — اور شمع جلی محفل کے لئے
کیا لطف ہو گر رہرو جائے — منزل کی طرف منزل کے لئے
اے قلب حزیں کیوں ہو مضطر — آسانیاں ہیں مشکل کے لئے
جب دل روتا تھا میرے لئے — اب میں روتا ہوں دل کے لئے
یہ راز و نیازِ الفت ہیں — دل ان کے لئے وہ دل کے لئے
پروانے کے دم سے ملتی ہو — رنگینیِ ہر محفل کے لئے

بہزاد کو دے کچھ نامِ خدا
کیا کچھ بھی نہیں سائل کے لئے

○

محبت کی دنیا میں کھویا ہوا ہوں — میں کب جاگتا ہوں میں سویا ہوا ہوں
مرے مسکرانے پہ حیراں ہے دنیا — مری شکل کہتی ہے رویا ہوا ہوں
ابھرنا ہے بحرِ محبت سے مشکل — میں ڈوبا نہیں ہوں ڈبویا ہوا ہوں
مجھے کچھ زمانے سے مطلب نہیں ہے — تمہارے تخیل میں کھویا ہوا ہوں
کسی کی نگاہِ کرم پھر گئی ہے — میں اب تک اسی غم میں کھویا ہوا ہوں

مری خاموشی سے پریشاں تھی دُنیا
بہت دیر کے بعد گویا ہوا ہوں
خُدا کے لئے کوئی مجکو جگا دے
بڑی دیر سے آہ سویا ہوا ہوں
نہ بہزاد اب حال ہی غم سے میرا
نہ میں جاگتا ہوں نہ سویا ہوا ہوں

○

ہم رونقِ ہستی کا سامان لُٹا بیٹھے
کافر تری آنکھوں پر ایمان لُٹا بیٹھے
ایسا تھا ستم گر کا اندازِ خریداری
ہم عشق و محبت کی دوکان لُٹا بیٹھے
اک ان کے اشارے پر ہم عشق کے دیوانے
دل پہلے لُٹا بیٹھے پھر جان لُٹا بیٹھے
ہر چیز زمانہ کی پہلے تو تصدّق کی
جب کچھ نہ رہا باقی ارمان لُٹا بیٹھے
دامن پہ گرا بیٹھے اشکِ سرِ مژگاں کو
ہم قصۂ ہستی کا عنوان لُٹا بیٹھے
ہم ٹھوکریں کھاتے ہیں دَر دَر کی محبت میں
اب شان کہاں باقی ہم شان لُٹا بیٹھے
حیراں ہی نہ مضطر ہی گریاں ہی نہ افسُردہ
ہم تو دلِ مضطر کی ہر شان لُٹا بیٹھے
اس عشق کے مارے کے انجام کو کیا کہیئے
جو ذوقِ پرستش میں ایمان لُٹا بیٹھے
ایمان بڑی شئے ہی افسوس کہ ایماں کو
ہم ہو کے کسی بُت پہ قُربان لُٹا بیٹھے
یہ سرمہ بھری آنکھیں جو رحم سے خالی ہیں
بہزادِ حزیں ان پر ایمان لُٹا بیٹھے

○

کہتے کہتے تھک چکی میری زباں میرے لئے
اب پہنچے تو کہے جا پی کہاں میرے لئے
دردِ دل میرے لئے آہ و فغاں میرے لئے
اور کیا سوچا ہی میرے مہرباں میرے لئے
مجکو رونے دیجئے للٰلہ رونے دیجئے
آپ کیوں روئیں نصیبِ دشمناں میرے لئے
میں وہی تو ہوں کہ تم پر جان تک کردی نثار
تم وہی تو ہو کہ ہو نامہرباں میرے لئے
میں نمازِ مے ادا کرتا ہوں واعظ تو بھی آ
بادلوں کی ہر گرج گویا اذاں میرے لئے

اور تو آلامِ دُنیا ہو چکے مجھ پہ تمام
ہاں ابھی باقی ہے مرگِ ناگہاں میرے لئے

اے جبینِ شوق تُو کس واسطے بے چین ہے
اب تو کعبہ بن گیا ہر آستاں میرے لئے

اس نگاہِ ناز کے رنگین تیور دیکھ کر
کی زمانے نے مرتب داستاں میرے لئے

آ مرے صیاد آ تجکو ذرا نغمے سُناؤں
اب قفس ہی بن گیا ہے آشیاں میرے لئے

جب مری عقل و خرد پر سب کے حملے ہو چکے
وہ نگاہِ ناز اٹھی ناگہاں میرے لئے

مجکو اے بہزاد میری چشمِ گریہ رو چکی
وہ نگاہِ ناز ہے اب نوحہ خواں میرے لئے

○

جہاں میں کچھ بھی نہیں سب مٹا کے دیکھ لیا
تمہیں بھی حاصلِ اُلفت بنا کے دیکھ لیا

ہزار پردوں میں چُھپ چُھپ کے بیٹھنے والے
تجھے خیال کی محفل میں لا کے دیکھ لیا

خراب کر دی نا ہوش و حواس کی دُنیا
یہ کیا کیا کہ مجھے مُسکرا کے دیکھ لیا

کسی کے نقشِ قدم کی تلاش ہے ہم کو
قدم قدم پہ جبیں کو جُھکا کے دیکھ لیا

تمہیں سکون نہیں ہے تمہیں قرار نہیں
کسی غریب کے دل کو دُکھا کے دیکھ لیا

وہی ہمیں نظر آتا ہے دل کے جلنے میں
جو بجلیوں نے نشیمن جلا کے دیکھ لیا

ترے خیال سے تسکیں نہ مل سکی ہم کو

کوئی نہیں ہے محبت نواز دُنیا میں
جہاں میں گنجِ محبت لُٹا کے دیکھ لیا
نظر نواز، تری چشمِ نیم باز نہیں
تری نظر سے نظر کو ملا کے دیکھ لیا
دلِ حزیں نے اُلجھ کر غمِ محبت میں
ستم کیا کہ تجھے آزما کے دیکھ لیا
بتوں کے حُسن کو بہزاد سے پجاری نے
چراغِ خانۂ کعبہ جلا کے دیکھ لیا

○

نعمتِ کامل ہے یہ دردِ جگر میرے لئے
ہائے کیوں گریاں ہے وہ کافر نظر میرے لئے
ہاں ابھی تو دربدر کی ٹھوکریں کھاتا ہوں میں
ٹھوکریں کھاؤ گے تم بھی دربدر میرے لئے
کیسی شبنم پتے پتے پر چمن کے اشک ہیں
چرخ بھی روتا رہا ہے رات بھر میرے لئے
میں ترے صدقے ترے قرباں مرے ذوقِ سجود
کھچ کے خود آیا ہے ان کا سنگِ در میرے لئے
چُور ہوں، مخمور ہوں مانا مرے ساقی مگر
اور رہنے دے ذرا اک جام بھر میرے لئے
گاہ یادِ زلفِ جاناں گاہ یادِ روئے دوست
روز ہوتی ہے یونہی شام و سحر میرے لئے

دل کی خاطر ڈگمگاتا تھا سفینہ بار بار

چل رہی ہے میری کشتی موج پر میرے لئے

مجکو کچھ شکوہ نہیں مجھ کو شکایت ہی نہیں

آپ کے ظلم وستم اچھے مگر میرے لئے

جس کے جو حصے میں تھا قسمت نے اسکو دیدیا

مست دل ان کے لئے ہی چشم تر میرے لئے

ان کو اے بہزاد حاصل ہیں جہاں کی نعمتیں

دردِ دل میرے لئے دردِ جگر میرے لئے

○

نہ اشک غم کے لئے ہیں نہ ہیں خوشی کے لئے / میں رو رہا ہوں محبت کی زندگی کے لئے

خدا معاف کرے میرے کفرِ اُلفت کو / کہ تم کو ڈھونڈ نکالا ہے بندگی کے لئے

نگاہِ مست سہی بس مجکو دیکھ لے ساقی / شراب غیر ضروری ہے بیخودی کے لئے

تری نگاہِ کرم کے عجیب تیور ہیں / کبھی کسی کے لئے ہے کبھی کسی کے لئے

اسی کو کہتے ہیں معراجِ عاشقی شاید / خوشا نصیب مٹا ہوں تری خوشی کے لئے

نہیں ہے کعبے سے کم تیرا آستاں ہم کو / ازل سے وقف ہیں ہم تیری بندگی کے لئے

تمھارے درد سے دل کو سکون حاصل ہے / دعائیں کیوں میں کروں درد کی کمی کے لئے

میں چاہتا نہیں کوئی ہو رازداں بہزاد

خدا سے کیوں میں تمنا کروں کسی کے لئے

○

ہر ایک ذرہ میں اس فتنہ گر کو دیکھ لیا / نظر جھکا کے بھی جانِ نظر کو دیکھ لیا

ہمارے قلب کو چھوڑا جگر کو دیکھ لیا / حضور آپ کے ذوقِ نظر کو دیکھ لیا

کسی کے سامنے عرضِ طلب نہیں آساں
کہا تو بعد میں ذوقِ نظر کو دیکھ لیا
بہک رہا ہوں کہ دونا ہوا ہی کیفِ شراب
یہ کیا کیا مرے ساقی ادھر کو دیکھ لیا
نگاہ نیچی کئے مسکرائے جاتا تھا
عجیب رنگ میں اک بے خبر کو دیکھ لیا
کہیں چھپائے سے چھپتی بھی ہے نگاہِ کرم
خطا معاف نظر نے نظر کو دیکھ لیا
ہر ایک جا پہ نمایاں ہیں نقش سجدوں کے
نقوشِ پا نے تقاضائے سر کو دیکھ لیا
اُدھر ہی ایک قیامت سی ہو گئی برپا
نگاہ والے نے مُڑ کر جدھر کو دیکھ لیا
بڑھا جو درد تو ہم نے بہائے آنسو
جو یاد آئی تو رنگِ قمر کو دیکھ لیا
وہ پوچھتے ہیں یہ بہزاد تو نہیں میرا
جو راہ میں کسی شوریدہ سر کو دیکھ لیا

○

جفائے زمانہ سے رنجور ہو کر
ترے پاس آیا ہوں مجبور ہو کر
ابھی تک ترے نام پر جی رہا ہی
مرے دل کا ہر زخم ناسُور ہو کر
زمانے کے نیرنگ تم نے دکھلائے
کبھی پاس آ کر کبھی دُور ہو کر
نظر میں مری لاکھ تابانیاں ہیں
ابھی آ رہا ہوں سرِ طُور ہو کر
الٰہی یہ کب ہو گا اس زندگی میں
کہ وہ مجھ تک آجائیں مجبور ہو کر
نگاہِ کرم اب کرم ہم پہ فرما
بہت غم اٹھائے ہیں مسرور ہو کر
نگاہوں پر احسان فرما رہے ہو
نظر آئے جاتے ہو مستور ہو کر
حقیقت کی دُنیا میں کھویا ہوا ہوں
کسی نے صدا دی بہت دُور ہو کر
میں بہزاد ہوں بے نیازِ زمانہ
شرابِ محبت سے مخمور ہو کر

○

تمہارے حُسن کی تسخیر عام ہوتی ہے
کہ اک نگاہ میں دُنیا تمام ہوتی ہے

جہاں پہ جلوۂ جاناں ہے انجمن آرا
وہاں نگاہ کی منزل تمام ہوتی ہے

وہی خلش وہی سوزش وہی تپش وہی درد
ہمیں سحر بھی باندازِ شام ہوتی ہے

نگاہِ حُسن مبارک تجھے دراندازی
کبھی کبھی مری محفل بھی عام ہوتی ہے

زہے نصیب میں قربان اپنی قسمت کے
ترے لئے مری دُنیا تمام ہوتی ہے

نمازِ عشق کا ہے انحصار اشکوں تک
یہ بے نیازِ سجود و قیام ہوتی ہے

تری نگاہ کے قربان تری نگاہ کی ٹیس
یہ ناتمام ہی رہ کر تمام ہوتی ہے

وہاں پہ چل مجھے لیکر مرے سمندِ خیال
جہاں نگاہ کی مستی حرام ہوتی ہے

کسی کے ذکر سے بہزادِ مبتلا اب تک
جگر میں اک خلشِ ناتمام ہوتی ہے

○

صنم خانوں میں جا کر نورِ یزداں دیکھ لیتا ہوں
میں اپنی کفر سامانی میں ایماں دیکھ لیتا ہوں

مری دانائیٔ وحشت پہ حیراں ہیں جہاں والے
میں فصلِ گُل میں ہر تارِ گریباں دیکھ لیتا ہوں

گئے وہ دن کہ جب خوابِ سبک تھی میری دُنیا بھی
ترے صدقے میں اب خوابِ پریشاں دیکھ لیتا ہوں

خدا شاہد ہے میری رُوح تک بے چین رہتی ہے
میں جب ان نرگسی آنکھوں کو گریاں دیکھ لیتا ہوں

مجھے آواز دے لے ناخدا کیوں ہے پریشانی
کہ میں ٹھہری ہوئی موجوں میں طوفاں دیکھ لیتا ہوں

جنوں کا جوش جب بڑھتا ہے بہزاد جنوں پرور
تو میں دامن کو تا حدِ گریباں دیکھ لیتا ہوں

○

اٹھتی ہے آہ پیہم پھر تو دل و جگر سے
سب کو خدا بچائے مستی بھری نظر سے
کچھ بھی نہ کہہ سکا میں اپنے دل و جگر سے
اس نے بھلا دیا سب اک جنبشِ نظر سے
حسنت زیاد با دا عمرت دراز بادا
کافر نگاہ والے ہاں پھر اسی نظر سے
اک درس مل رہا ہے دنیائے عاشقی میں
تجکو مری نظر سے مجکو تری نظر سے
اک دوزخِ نظر ہے اک جنتِ نظر ہے
دنیا مری نظر سے دنیا تری نظر سے
اک آہ کر کے تو نے اللہ رے قلبِ سوزاں
دنیا ہلا کے رکھ دی فریادِ مختصر سے
میں ہوں فریب خوردہ وہ بھی جمالِ رخ کا
اتنا ہی یاد مجکو الجھی نظر نظر سے
روتے ہیں بھی تمھارے اک حسن کا ہی عالم
موتی سے گر رہے ہیں ہر بار چشمِ تر سے

بہزاد ہم کہاں تک بہلائیں اپنے دل کو
شب کی خموشیوں سے ہنگامۂ سحر سے

○

کیسا فلک ہے کیسی زمیں ہے
دل کو کہیں تسکین نہیں ہے
کیا یہ ترا اعجاز نہیں ہے
تیر کہیں ہے درد کہیں ہے
کعبۂ دل میں وہ مہ جبیں ہے
کس کا مکاں ہے کون مکیں ہے
آپ سے تو پیمانِ وفا تھا
آپ کو شاید یاد نہیں ہے
آپ کی خاطر ہیں یہ بلائیں
آپ کو کیا معلوم نہیں ہے
آپ نے جب سے پھیر لیں آنکھیں
سارا زمانہ برسرِ کیں ہے
اچھا نہ سنئے میرا فسانہ
قصہ بھی کچھ دلچسپ نہیں ہے

جاؤ سدھارو جاؤ سدھارو　　درد نہیں ہے درد نہیں ہے

چاک گریباں قیس سراپا
دیکھئے وہ بہزادِ حزیں ہے

○

درد بڑھتا شبِ غم قلب پہ آفت ہوتی　　تم نہ آتے تو قیامت پہ قیامت ہوتی
کہیں ہموار جو دُنیائے محبت ہوتی　　میری آنکھوں کا تماشہ تری صورت ہوتی
ساقیا جام بدہ جام بدہ جام بدہ　　تو تڑپتا جو کہیں میری سی حالت ہوتی
میری قربانئ پیہم کا صلہ ہے ورنہ　　غم کی دُنیا بھی باندازِ مسرت ہوتی
آؤ اے خاک کے ذرّو ذرا ماتم کرلیں　　دل نہ مٹتا تو زمانہ میں نہ ظلمت ہوتی
ہو بھلا حُسن کا اک رنگ تو ہے ناز تو ہے　　ورنہ دُنیا میں محبت ہی محبت ہوتی
دَورِ آخر کی تپش کیف بھری ہے ورنہ　　دَورِ اوّل ترے لمحوں کی ضرورت ہوتی
آپ کے ایک تبسم نے کرم فرمایا　　ورنہ دنیا میں قیامت ہی قیامت ہوتی

میری آنکھوں میں نہ آنسو نظر آتے بہزاد
میری ہستی جو نہ ممنونِ محبت ہوتی

○

عشق کا اک بار ہے ایسا کہ ذرا بار نہیں　　بےخودِ ہوش کسی شئے کا طلب گار نہیں
بندہ پرور مجھے کہنے سے تو انکار نہیں　　حالتِ قلب مگر قابلِ اظہار نہیں
اور مرے درد بھرے دل کے ستانے والے　　اور اک بار یہ کہدے میں خطاوار نہیں
اپنی دیوانگئ شوق کے صدقے جاؤں　　پھول اب پھول نہیں خار اب خار نہیں
شیوۂ عشق وفا حسن کی فطرت ظالم　　میں خطاوار نہیں آپ خطاوار نہیں
دل مرا بیٹھا ہی جاتا ہے شبِ غم توبہ　　آسماں پر تو ابھی صبح کے آثار نہیں

ساری دُنیا پہ محبت کا اثر ہے یکساں کون ایسا ہے جو اس غم میں گرفتار نہیں
مست نظروں کو اُٹھا یا ہے مرے ساقی نے ہوش میں ہے وہی اس وقت جو ہشیار نہیں
لوگ بہزاد کو سمجھے ہیں کہ ہے مستِ شراب
یہ دلی غم کا نتیجہ ہے کہ ہشیار نہیں

○

وہ حسیں جس کا کہ قصہ میرے افسانے میں ہے
دل کا کاشانہ سلامت دل کے کاشانے میں ہے
حُسن مقبولِ جہاں ہے آئینہ خانے میں ہے
عشق رسوائے جہاں ہے ایک ویرانے میں ہے
زاہد اس کو مے سمجھتا ہے زمانہ دخترِ رز
میں سمجھتا ہوں کہ میری رُوح پیمانے میں ہے
جائیے بھی آپ سے دل کو تسلی ہو چکی
اب تو تسکینِ محبت آپ کے جانے میں ہے
توبہ توبہ آج کے دن اور توبہ کا خیال
ٹھنڈی ٹھنڈی ہے ہوا اک شوخ پیمانے میں ہے
اللہ اللہ اک بُتِ کافر کے رُخ کا نورِ حق
مجھ کو یہ کہنا پڑا جو کچھ ہے بُت خانے میں ہے
ہم سے رندوں کی جو شے مرغوبِ دل ہے ساقیا
تیرا پیمانہ سلامت تیرے پیمانے میں ہے
اک دلِ بے آرزو میں پڑ گیا ہے داغِ عشق
یوں سمجھ لیجے کہ گویا پھول ویرانے میں ہے

کیا باب عشق ہو بہزاد شکوے ہیں فضول
آہ میں تاثیر ہے اور رنگ افسانے میں ہے

○

مانا کہ زندگی ہے سوزِ غمِ نہاں تک — اچھا تمہیں بتاؤ روئیں مگر کہاں تک
آخر کو ان کا شکوہ آ ہی گیا زباں تک — صدمے اٹھائے دل پر طاقت رہی جہاں تک
کیا آج پھر وہ چھیڑوں کل کہہ چکا جہاں تک — پر شرط یہ ہو جاگو اور ختم داستاں تک
دل بھی عجیب دل ہے آفت نصیب میرا — روتا ہے اور زاہد سمجھایئے جہاں تک
دو تیر اس کے آئے جس دم نگاہ اٹھی — اک قلبِ مضطرب تک اک جانِ ناتواں تک
حسرت بھرا ہوا تھا منظر جدائیوں کا — دیکھا کئے ہم ان کو دیکھا گیا جہاں تک
ان کی جفا کا شکوہ اپنی وفا کا رونا — وہ بھی مری زباں تک یہ بھی مری زباں تک
یہ بدنصیبیاں ہیں سارا چمن ہے سالم — بجلی فلک سے آئی بس میری آشیاں تک

اک نقطۂ آرزو کی بہزاد یہ ترقی
بڑھتا گیا فسانہ کہتا گیا جہاں تک

○

دور جتنے بھی تھے زمانے کے — سب ہیں ٹکڑے مرے فسانے کے
لطف اٹھائے نہ آشیانے کے — تھے گنہ گار ہی بنانے کے
اشک خوں میں بہار ہوں میں — یہی موقعے ہیں مسکرانے کے
ہوشیار اے نگاہِ دید طلب — پردے اٹھتے ہیں آستانے کے
توبہ ان ہچکیوں کو کیا کہیے — ٹکڑے ہو ہو گئے فسانے کے
غم دیئے جا ترا شباب رہے — ہم تو عادی ہیں غم اٹھانے کے
اب قفس کا سکون بھی رخصت — خواب دیکھے ہیں آشیانے کے

اُن کے جور و ستم وفا میری
سلسلے بل گئے فسانے کے
سُن ارے کافرِ محبت سُن
ہم تو ایماں نہیں لٹانے کے
اب اُمنگیں نہیں رہیں بہزاد
کچھ عجب رنگ ہیں زمانے کے

○

مریضِ غم کا عموماً یہ حال ہوتا ہے
کسی کے نام سے چہرہ بحال ہوتا ہے
وہی ہے حال ہمارا بھی پوچھنے والے
وہی جو ہجر میں دنیا کا حال ہوتا ہے
بڑھے تو اُنس ہو حد سے بڑھے تو الفت ہو
خیال اپنی حدوں میں خیال ہوتا ہے
اب اس کو کفر کہوں یا کہوں کمالِ عشق
نماز میں بھی تمھارا خیال ہوتا ہے
ہمارا حال تو ظاہر ہے تم کہو اپنی
تمھیں کبھی بھی ہمارا خیال ہوتا ہے
یہی وہ دل تھا کہ نازوں سے جس کو پالا تھا
یہی وہ دل ہے جو اب پائمال ہوتا ہے
بڑھے تو نور ہو حد سے بڑھے تو خالق ہو
جمال اپنی حدوں میں جمال ہوتا ہے
ہمیں تو ہجر میں جلنا بھی ہو گیا دشوار
ہر اک قدم پہ تمھارا خیال ہوتا ہے
وہ نقدِ دل کو جہاں چاہے پھینک دیں بہزاد
اسی لئے تو غریبوں کا مال ہوتا ہے

○

دیوانہ بنانا ہے تو دیوانہ بنا دے
ورنہ کہیں تقدیر تماشا نہ بنا دے
یہ ذوقِ وفا کل مجھے بیگانہ بنا دے
یہ تیرا ستم ہی مجھے میرا نہ بنا دے
اے دیکھنے والو مجھے ہنس ہنس کے نہ دیکھو
تم کو بھی محبت کہیں مجھ سا نہ بنا دے
آزادِ طلب اک ذرا ہشیار ہی رہنا
مجبور کہیں عشق کی دنیا نہ بنا دے
میرے لبِ خاموش کو ہے پاس وفا کا
چاہے تو ہر اک لفظ کو افسانہ بنا دے

آغاز کی دُنیا ہے نہ انجام کی دُنیا
اے شمع حقیقی مجھے پروانہ بنا دے

بیتابِ پرستش ہے جبیں پُر ز عقیدت
سجدوں سے کہیں نقشِ کفِ پا نہ بنا دے

ہیں دل سے پپیہے تری آواز کے صدقے
دو لفظوں میں میرا بھی اک افسانہ بنا دے

او کافرِ الفت یہ تری نیم نگاہی
دنیا کو تماشا ہی تماشا نہ بنا دے

کچھ مجھ سے نہ پوچھو مرا عالم ہی جُدا ہے
وہ کیا کہے جس کو کوئی دیوانہ بنا دے

وہ کفر مجھے دے ترے ایمان کے صدقے
جو کعبہ کو بھی حاصلِ بُت خانہ بنا دے

یہ اس کا کرم ہے کہ مرے ہوش ہیں باقی
وہ چاہے تو اک آن میں دیوانہ بنا دے

اے جذبِ دلی اشکوں میں کیوں رنگ نہیں ہے
افسانہ کے لفظوں کو بھی افسانہ بنا دے

ساقی نگہِ مست سے سو داغ دیئے جا
اس قلب کو پیمانہ بہ پیمانہ بنا دے

ان آنکھوں میں مستی بھی ہے جادو بھی ادا بھی
ان آنکھوں سے کل دہر کو دیوانہ بنا دے

میں ڈھونڈ رہا ہوں مری وہ شمع کہاں ہے
جو بزم کی ہر چیز کو پروانہ بنا دے

بہزاد ہر اک گام پہ اک سجدۂ مستی
ہر ذرّے کو سنگِ درِ جانانہ بنا دے

○

تھی پُرسکون دُنیا خاموش تھیں فضائیں
میں نے بھریں جو آہیں چلنے لگیں ہوائیں

الفت کا جب مزا ہے ملنے کی ہوں دُعائیں
تم ہم کو یاد آؤ ہم تم کو یاد آئیں

تم خوش ہو گر اسی میں ہم پر رہیں بلائیں
ہم بھی ہیں خوش اسی میں ہاں ہاں کرو جفائیں

جاؤ خدا نگہباں الٹی چلیں ہوائیں
تم ہم کو بھول جاؤ ہم تم کو بھول جائیں

اک جرمِ عاشقی پر اور اس قدر سزائیں
یہ کیا ستم ہے آخر اک جان سو بلائیں

پیشِ نگاہ تم ہو بجلی ہیں یا ادائیں
دل سے نکل رہی ہیں بےساختہ دُعائیں

مجبوریٔ محبت اللہ تجھ سے سمجھے
ان کے ستم بھی سہہ کر دینا پڑیں دُعائیں

تاروں نے آسماں کے سارے جہاں نے دیکھیں
بے درد کی جفائیں مجبور کی وفائیں

اک وار میں گئے ہیں قلب و جگر کے ٹکڑے
او مستِ حُسن آجائے یوں تری بلائیں

تم ہم کو بھول جاؤ یہ حُسن کا ہے شیوہ
امکان میں نہیں ہے ہم تم کو بھول جائیں

آخر ستم یہ کیا ہے انصاف کوئی شے ہے
ہم بے کسی سے روئیں سرکار مسکرائیں

بہزاد مبتلا تو چپ چاپ ہی کھڑا تھا
دُنیا سمجھ رہی تھی آنکھوں کی التجائیں

○

اک حُسن کی خلقت سے ہر دل ہوا دیوانہ
محفل میں چراغ آیا گرنے لگا پروانہ

اتنا مرا قصّہ ہے اتنا مرا افسانہ
جب تم نہ ملے مجھ کو میں ہو گیا دیوانہ

سمجھاؤ نہ سمجھے گا بہلاؤ نہ بہلے گا
تڑپاؤ تو تڑپے گا بہزاد دلِ دیوانہ

زردی مرے چہرے کی آنسو مری آنکھوں کے
سرکار یہ سب کچھ ہیں منجملۂ افسانہ

دُنیائے محبت میں مشہور ہیں دو چیزیں
بے رحم تری آنکھیں میرا دلِ دیوانہ

ان نرگسی آنکھوں میں نیند آ ہی گئی آخر
تم سُن چکے افسانہ میں کہہ چکا افسانہ

جب کالی گھٹائیں ہوں خاموش فضائیں ہوں
اللہ کرے تم ہو اور یہ دلِ دیوانہ

کل آپ تھے اور میں تھا عالم کی فضائیں تھیں
اب آج انہیں باتوں کا کہنا پڑا افسانہ

مُسلم کے لئے مسجد ہندو کے لئے مندر
بہزاد کو کافی ہے سنگِ درِ جانانہ

○

لب ہیں خموش دیدۂ گریاں نہیں رہا
اظہارِ درد کا کوئی عنواں نہیں رہا

اللہ رے سحر کار تری سحر کاریاں
کیا کہہ دیا کہ قلب پریشاں نہیں رہا

ہم کو ملیں ازل سے ہی وحشت نصیبیاں
دامن جو بچ گیا تو گریباں نہیں رہا

سوزاں تمام رات رہا اک مریضِ غم
تنہا مریضِ شامِ غریباں نہیں رہا

کالی گھٹائیں سرد ہوا مست چاندنی
اب تو قیامِ توبہ کا امکاں نہیں رہا

بے نور ہو چکی ہے مری چشم انتظار
اب دردِ دل بھی لائقِ درماں نہیں رہا

افسوس چارہ گر کی نگاہوں نے کہدیا
اب اے مریضِ غم کوئی امکاں نہیں رہا

ان کی نگاہِ ناز نے دل میرا لے لیا
میرے سکونِ عیش کا ساماں نہیں رہا

بہزاد مختصر سی ہے رودادِ زندگی
اک بُت کے واسطے مرا ایماں نہیں رہا

○

یہ کون سا عالم ہے نہ شب ہے نہ سحر ہے
جو آنکھ سے پنہاں ہے وہی پیشِ نظر ہے

دل چُپ ہے زباں بند ہے خاموش جگر ہے
اشکوں سے خفا ہو تو یہ فریادِ نظر ہے

فریاد میں تاثیر ہے نالوں میں اثر ہے
اس دل کا بُرا ہو کہ یہ مجبورِ نظر ہے

اللہ مرے عشق کا آغاز سلامت
انجام تو ظاہر ہے نہ دل ہے نہ جگر ہے

رگ رگ مرے پیکر کی تجھے دیکھ رہی ہے
اور وہ بہ اندازِ ہر ایک جیبِ نظر ہے

اللہ وہ طفلی ارے توبہ یہ جوانی
ظالم ہیں وہی بات بہ اندازِ دگر ہے

رہ رہ کے جو کھل جاتی ہیں یہ کالی گھٹائیں
میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ توبہ کا اثر ہے

ہر دیکھنے والے کی نظر کانپ رہی ہے
کہنے میں مزا کب ہے خموشی میں اثر ہے

اے چشمِ کرم تیری عنایت کی ہے حاجت
بہزاد کی دُنیا پہ محبت کا اثر ہے

○

بہار آئی وحشی پریشاں کریں گے
گریباں گریباں گریباں کریں گے

محبت کی رفعت کا ساماں کرینگے
تصدّق دل و دین و ایماں کریں گے

ارے توبہ دشواریٔ راہِ اُلفت
سمجھتے تھے منزل کو آساں کریں گے

کہے جا پپیہے مرا پی کہاں ہے
کہ ہم ضبط تو تا بہ امکاں کریں گے

ارے توبہ رخصت بہت دن سنبھلے
گھٹاؤں کو اب نذرِ ایماں کریں گے

مُرادوں سے آئی ہے فصلِ بہاری
گریباں کو اب ہم گریباں کریں گے

ذرا فصلِ گل چھا تو جائے جہاں پر
ابھی ہم خیالِ گریباں کریں گے

پریشاں کیا ہے ہمیشہ اُنھوں نے
پریشاں کیا تھا پریشاں کریں گے

مٹا دیں جو بہزاد وہ میری ہستی
حقیقت تو یہ ہے کہ احساں کرینگے

○

ہر ایک جلوۂ رنگیں مری نگاہ میں ہے
غمِ فراق کی دُنیا دلِ تباہ میں ہے

تمام حُسنِ طلب نازشِ جمالِ نظر
تری نگاہ کے صدقے تری نگاہ میں ہے

جہاں میں مجھ سے بھی ناکام آرزو کم ہیں
نہ رنگ آہ میں ہے اور نہ سوز آہ میں ہے

تمام کیفِ محبت تمام رعنائی
تری نگاہ میں ہے یا مری نگاہ میں ہے

کسی کے پائے محبت پہ ایک سجدۂ عشق
ثواب میں ہے یہ زاہد کہ یہ گناہ میں ہے

کسی کی یادِ کرم اُف ارے معاذ اللہ
تباہ ہو کے بھی ظالم دلِ تباہ میں ہے

بُھلا ہی دیتا ہے انسان اپنی ہستی کو
عجیب لطف محبت کی رسم و راہ میں ہے

ادھر بھی اک نگہ ناز، جام کیسا ہوگا
شرابِ عشق تو پیمانۂ نگاہ میں ہے

ہزار پردوں میں او چھپنے والے یہ سُن لے
ترا جمال مرے دامنِ نگاہ میں ہے

یہ کیسے کافرِ الفت بنا ہے پھر مومن
خبر سُنی ہے کہ بہزاد خانقاہ میں ہے

○

اگر اس آہِ بے تاثیر میں تاثیر ہو جاتی
جدھر میں دیکھتا پیدا تری تصویر ہو جاتی

ترے حسنِ جنوں پرور کی یہ تحقیر ہو جاتی
اگر وحشت مری شرمندۂ زنجیر ہو جاتی

الٰہ العالمیں اے زندگی کے بخشنے والے
سکونِ قلبِ مضطر کی بھی کچھ تدبیر ہو جاتی

پپیہے اور پپیہے ہیں تری آواز کے صدقے
مگر اس پی کہاں کی بھی ذرا تفسیر ہو جاتی

بہارِ گلستاں کیا ہے بہارِ حسن کے آگے
کلی گر مستقل کھلتی تری تصویر ہو جاتی

اگر اپنی نقابِ رخ وہ محفل میں الٹ دیتے
ادا تلوار بن جاتی نظر شمشیر ہو جاتی

خدا شاہد ہے میں دنیا و دیں قربان کر دیتا
اگر ان کی نگاہِ ناز دامنگیر ہو جاتی

جو میری آنکھ میں شامِ الم کچھ اشک آ جاتے
یہ آہِ نارسا شرمندۂ تعبیر ہو جاتی

یہ خود سرکار نے آکر چمن میں گل کھلائے ہیں
جو بہزادِ جنوں پرور سے کچھ تقصیر ہو جاتی

شامِ غم پہلے تو اپنے دل کو بہلاتا ہوں میں
جب تمہارا نام آتا ہے تو کھو جاتا ہوں میں

جب نصیبِ دشمناں دل با سکوں پاتا ہوں میں
کوئی تڑپاتا نہیں تو خود تڑپ جاتا ہوں میں

دل کی الجھن روزِ روشن میں ذرا رہتی ہے کم
جب سورج ڈوبنے لگتا ہے گھبراتا ہوں میں

نامرادی کا برا ہو بے خودی کو کیا کہوں
اب فسانہ عشق کا بھی بھولتا جاتا ہوں میں

پوچھنے والے جو مجھ سے پوچھتے ہیں حالِ دل
جو بھی میرے منہ میں آ جاتا ہے کہہ جاتا ہوں میں

ضبط جب ممکن نہیں ہوتا ہے مجھ سے شامِ غم
درد کے ہمراہ خود بھی درد بن جاتا ہوں میں

جوششِ گریہ کا یہ اعجاز دیکھے کل جہاں
ابر بن کر شامِ فرقت میں برس جاتا ہوں میں

دہر والو یوں تو رہتے ہیں مرے خاموش لب
جب وہ کہتے ہیں تو پھر مجبور ہو جاتا ہوں میں

عشق کی نیرنگیوں کو کیا کہوں کیوں کر کہوں
وہ مجھے سمجھا چکے اب ان کو سمجھاتا ہوں میں

کیا مرے احساس کی قوت فراواں ہو گئی
آج اے بہزاد خود اپنے سے شرماتا ہوں میں

بتا اے ہے پے مجھ سے بیداد کرنا — مرا تھام کر قلب فریاد کرنا
ذرا رو کو رو کو نگاہوں کو اپنی — خدارا سکھاؤ نہ فریاد کرنا
فسانہ محبت کا اے حسن والو — جو میں بھول جاؤں تو تم یاد کرنا
سلامت رہیں ہم کو غم دینے والے — یہی ہے سراسر ہمیں شاد کرنا
محبت محبت محبت محبت — یہی بھول جانا یہی یاد کرنا
مری زندگی میں تم آئے ہو خود کر — مری زندگی کو نہ برباد کرنا
یہ آنسو جو تم دیکھتے ہو نکلتے — اب آنکھوں سے سیکھا ہے فریاد کرنا
مری آہ تو نارسا رہ گئی ہے — خدارا کہیں تم نہ فریاد کرنا

کہاں تک بہاؤ گے آنکھوں سے آنسو
تمہیں صبر لازم ہے بہزاد کرنا

○

جلوہ گر ہائے بے وفا نہ ہوا — سب ہوا دل کا مدعا نہ ہوا
ایک جھلکی سے فائدہ کیا ہے — ہم فقیروں کا کچھ بھلا نہ ہوا
انتہائے جفا ہمیں معلوم — تم کو اندازۂ وفا نہ ہوا
ہم نے تیرا گلا کیا سب سے — تیرے صدقے کہ تو خفا نہ ہوا
چارہ گر تھک کے رہ گئے سارے — تیر دل سے مگر جدا نہ ہوا
اس کا جینا فضول دنیا میں — جو ترے واسطے فنا نہ ہوا
ہم دعا مانگ کر بھی دیکھ چکے — ہائے کچھ حاصل دعا نہ ہوا
مٹ گئے ہم ترے لئے لیکن — عشق کا فرض تو ادا نہ ہوا

بیرمے خانہ بن گیا بہزاد
ہائے یہ مرد پارسا نہ ہوا

○

کوئی یہ کہہ دے بھول نہ جائیں — اپنی جفائیں میری وفائیں
آنکھوں میں ساری رات کٹی ہو — اور سنو گے اور سنائیں
یا وہ زمانہ یا یہ زمانہ — یا تو تھے نغمے یا ہیں نوائیں
روز کی الجھن روز کی دھڑکن — روز کی آفت روز بلائیں
عشق کبھی خود سے نہیں ہوتا — آؤ تمہیں یہ راز بتائیں
فائدہ کیا گر دنیا روئی — لطف تو جب ہے تم کو رلائیں
راہِ محبت ہی میں فنا ہوں — اور کبھی منزل کو نہ پائیں
بحرِ محبت کی اے موجو — کشتی والے ڈوب نہ جائیں

درد کا قصہ بہزاد مضطر
کون سنے گا کس کو سنائیں

○

دل کی حالت کہی نہیں جاتی — اور کہوں تو سنی نہیں جاتی
او مرا قلب توڑنے والے — پھول کی تازگی نہیں جاتی
رات کی رات کٹ گئی توبہ — قلب کی بے کلی نہیں جاتی
دامنِ دوست نے کرم تو کیا — چشمِ تر کی نمی نہیں جاتی
اللہ اللہ کسی کا رعب جمال — ہم سے تو بات کی نہیں جاتی
ان پہ کیوں اعتبار کرتا ہوں — کیوں مری سادگی نہیں جاتی
مئے الفت پیے ہوئے مدت — آج تک بے خودی نہیں جاتی

تم پریشاں ہو کس لیے بہزاد
تم سے تو بات کی نہیں جاتی

○

دو لفظوں میں پوشیدہ کل میری کہانی ہے
اک لفظِ محبت ہے اک لفظِ جوانی ہے

اس عالمِ فانی کی جو چیز ہے فانی ہے
دو دن کا بڑھاپا ہے دو دن کی جوانی ہے

ہم تو یہ سمجھتے ہیں زلف و رخِ جاناں کو
اِک رات کا قصہ ہے اِک دن کی کہانی ہے

اشکوں کو مرے لے کر دامن پہ ذرا جانچو
جم جائے تو یہ خوں ہے بہ جائے تو پانی ہے

جو نیند اُڑاتا ہے جس سے تمہیں نیند آئے
وہ غیر کا قصہ ہے یہ میری کہانی ہے

الفت کو خدا رکھے الفت کے تصدق میں
اب تک مری نظروں میں ہر چیز جوانی ہے

کیوں بلبلِ شیدا کے نالوں پہ پریشاں ہو
بلبل کی زباں پر تو پھولوں کی کہانی ہے

یہ عالمِ طفلی بھی کیا خوب زمانہ ہے
انجام بڑھاپا ہے آغاز جوانی ہے

بہزاد ذرا سوچو اور عقل کے ناخن لو
اس نقش پہ مٹتے ہو جو نقش کہ فانی ہے

○

سامنے دریا ہے اور دامن ڈبو سکتے نہیں
نیند آنکھوں میں ہے شامِ ہجر سو سکتے نہیں

داغِ الفت مل گئے ہیں بارگاہِ حسن سے
یہ وہ دولت ہے جسے چاہیں تو کھو سکتے نہیں

ہم سے پوچھو ہم سے پوچھو زندگانی کے مزے
جوشِ گریہ گھوٹتا ہے اور رو سکتے نہیں

صاف کہیے کیوں ہمیں جھوٹی تسلی دیجیے
بندہ پرور کیا ہمارے آپ ہو سکتے نہیں

تو نے ہم پر وہ ستم توڑے ہیں جرمِ عشق میں
اے فلک ہم تجھ سے ہرگز صاف ہو سکتے نہیں

گر رہے ہیں اپنے دامن پر جو آنسو بار بار
یہ وہ موتی ہیں کہ جن کو ہم پرو سکتے نہیں

جو بھی ہونا ہے وہ ہو جائے دلِ پر شوق پر
ہم کسی کے ہجر میں بہزاد رو سکتے نہیں

○

یہی خوشی ہے کہ ہم کو کبھی خوشی نہ ہوئی
جہانِ عشق میں برباد زندگی نہ ہوئی

تجھی سے اشکِ ندامت ہے آخری اُمید
جبینِ شوق سے تکمیلِ بندگی نہ ہوئی

اٹھا اٹھا مرے ساقی نگاہِ مست اُٹھا
مجھے تو ساغرِ صہبا سے بیخودی نہ ہوئی

یہ کیا ہوا مری آنکھوں سے گر پڑے آنسو
یہ بات کیا ہے کہ دامن پہ کچھ نمی نہ ہوئی

ہنسو ہنسو مری حالت پہ دیکھنے والو
کہ مجھ سے عشق کی خاموش بندگی نہ ہوئی

ہمارے گھر میں اندھیرا تھا ان کے جانے سے
ہزار چاند بھی نکلا تو روشنی نہ ہوئی

نگاہِ لطف سے ہم کو معاف رکھ ظالم
وہ بات کس لیے اب ہو کہ جو کبھی نہ ہوئی

جہانِ عشق میں ہم مٹ کے ہو چکے برباد
خوشا نصیب کہ اب تک تری خوشی نہ ہوئی

خوشا نصیب دعائیں ہیں رائیگاں بہزاد
خدا کا شکر مرے درد میں کمی نہ ہوئی

○

یوں تو جو چاہے یہاں صاحبِ محفل ہو جائے
بزم اُس شخص کی ہے تُو جسے حاصل ہو جائے

ناخدا اے مری کشتی کے چلانے والے
لطف تو جب ہے کہ ہر موج ہی ساحل ہو جائے

اس لئے چل کے ہر اک گام پہ رُک جاتا ہوں
تا نہ بے کیف غمِ دوریٔ منزل ہو جائے

تجھ کو اپنی ہی قسم یہ تو بتا دے مجھ کو
کیا یہ ممکن ہے کبھی تو مجھے حاصل ہو جائے

ہائے اس وقت دلِ زار کا عالم کیا ہو
گر محبّت ہی محبّت کے مقابل ہو جائے

پھیکا پھیکا ہے مری بزمِ محبّت کا چراغ
تم جو آ جاؤ تو کچھ رونقِ محفل ہو جائے

تیری نظریں جو ذرا مجھ پہ کرم فرمائیں
تیری نظروں کی قسم پھر یہی دل دل ہو جائے

ہوش اس کے ہیں یہ جام اس کا ہے تو ہے اس کا
میکدے میں ترے جو شخص بھی غافل ہو جائے

فتنہ گر شوق سے بہزاد کو کردے پامال
اس سے تسکینِ دلی گر تجھے حاصل ہو جائے

○

آنکھ تو تھی لڑی ہوئی روئے نگار کی طرف
ہاتھ ہی بڑھ کے رہ گئے دامنِ یار کی طرف

برقِ جمال کے نثار برقِ جمال گرتی ہے
کس کی مجال دیکھ لے چہرۂ یار کی طرف

بادِ صبا چمن چمن موجِ ہوا روش روش
صبحِ بہار کی طرف شامِ بہار کی طرف

بیخودئ الم میں بھی دستِ طلب بڑھے رہے
دامنِ یار کی قسم دامنِ یار کی طرف

اس کی نظر سے پوچھئے بے کسئ الم کہ جو
دیکھ رہا ہو یاس سے کوچۂ یار کی طرف

سبزۂ لحد کا ہے طپیاں خاکِ لحد ہے بیقرار
آہ یہ کون آگیا میرے مزار کی طرف

جوشِ جنوں کی خیر ہو دامنِ تار میں ہے کیا
دستِ جنوں نہ بڑھ مرے دامنِ تار کی طرف

○

تو دیکھ رہا ہے مرے دل کو میری نظر کو
میں دیکھ رہا ہوں تری دزدیدہ نظر کو

صدقے لبِ خاموش سے کر آنے کا وعدہ
پلکوں سے میں جھاڑوں گا تری رہگزر کو

حیرت ہی کی دنیا ہے میں حیرت کے تصدق
منزل نظر آتی ہے میں جاتا ہوں جدھر کو

تجھ کو بھی قسم ہے مجھے پامال کئے جا
میں بھی نہ اٹھاؤں گا ترے پاؤں سے سر کو

اب تک تو ہوں میں بے خودِ فریادِ محبت
جب ہوش میں آؤں گا تو ڈھونڈوں گا اثر کو

کیا کون و مکاں ہیں مری نظروں میں سمائے
یہ وسعتیں دیدیں مری دُنیائے نظر کو

ہر دم مجھے رونا ہے ہر اک لحظہ تڑپنا
تم خوب سمجھتے ہو مری شام و سحر کو

مضطر ہے مرا دل بھی مری جان بھی میں بھی
اب لاؤں کہاں سے تری دزدیدہ نظر کو

بہزاد ذرا قلب میں بھی آگ لگا لوں
جلووں میں تو الجھا ہی چکا نازِ نظر کو

○

میری فضائے زیست پر ناز سے چھا گیا کوئی
آنکھ میں آنکھ ڈال کر بندہ بنا گیا کوئی

مرگ و حیات کے مزے آہ دکھا گیا کوئی
آکے ہنسا گیا کوئی جا کے رُلا گیا کوئی

سجدۂ عشق کے لئے پائے صنم ضرور ہے
میری جبینِ شوق کو راز بنا گیا کوئی

سب کی طرف نگاہِ لُطف بزم میں تھی رواں دواں
ایک نظر میں بے کہے سب کو مٹا گیا کوئی

میرے تصورات کا سحر عجیب سحر ہے
دیکھ مرے دلِ حزیں دیکھ وہ آگیا کوئی

فطرتِ عشق کے نثار اس کو مرا خیال تھا
صدقے غرورِ حسن کے مجھ سے چھُپا گیا کوئی

اب یہ کمالِ عشق ہے یا کہ کمالِ کفر ہے
یار کے نقشِ پا پہ آج سر کو جھُکا گیا کوئی

ایک نگاہِ ناز پر صدقے تمام کائنات
ایک نگاہِ ناز سے اپنا بنا گیا کوئی

بعد میں تب کے ہ ہے اور ز ہے آ ہ و د ہے
نام کے بھی مثالِ دل ٹکڑے اُڑا گیا کوئی

○

دیوانہ حقیقت میں تو دیوانہ نہیں ہے — تجھ سے تو کسی طرح بھی بیگانہ نہیں ہے
اللہ مری سادگیٔ عشق سلامت — کعبہ کو سمجھتا ہوں کہ بُت خانہ نہیں ہے
گرتے ہیں جو آنکھوں سے یہ بے رنگ سے آنسو — افسانے کے انداز میں افسانہ نہیں ہے
اک سجدہ مرا جانبِ کعبہ بھی ہے اے شیخ — ہر سجدہ مرا جانبِ بُت خانہ نہیں ہے
ساقی تری مستانہ نگاہوں کے تصدّق — ہشیار وہ کب ہے کہ جو دیوانہ نہیں ہے
اس عشق و محبت کی بھی ہے شان نرالی — بیگانہ وہی ہے کہ جو بیگانہ نہیں ہے
تم ہی مرا مقصود ہو دل میں ہو تم ہی تم — کعبہ کسی صورت سے بھی بتخانہ نہیں ہے
تھی میرے ہی دم سے تو تری بزم کی رونق — اب شمع بھی جلتی ہے تو پروانہ نہیں ہے
ہشیار ارے عشق کے مارے ہوئے مجنوں
بہزاد یہ سنگِ درِ جانانہ نہیں ہے

○

لب پہ ہے فریاد اشکوں کی روانی ہو چکی — اب کہانی چھڑ رہی ہے اک کہانی ہو چکی
مہر کے پردے میں پوری دل ستانی ہو چکی — بندہ پرور رحم کیجے مہربانی ہو چکی
میرا دل تاکا کیا جور و جفا کے واسطے — جب کہ پورے رنگ پر ان کی جوانی ہو چکی
جانیے بھی کیوں مجھے جھوٹی تسلی دیجیے — آپ سے اور میرے دل کی ترجمانی ہو چکی
آ گیا اے سننے والے اب مجھے پاسِ وفا — اب بیاں رودادِ دل میری زبانی ہو چکی
آخری آنسو مری چشمِ الم سے گر چکا — سننے والو ختم اب میری کہانی ہو چکی

ہم بھی تنگ آ ہی گئے آخر نیاز و ناز سے ہاں خوشا قسمت کہ اُن کی مہربانی ہو چکی
سننے والے صورتِ تصویر بیٹھے ہیں تمام
حضرتِ بہزاد بس جادو بیانی ہو چکی

○

یہی خوشی ہے کہ اپنی خوشی خوشی نہ رہی ہمارے لب پہ ہنسی آئی تو ہنسی نہ رہی
تری نگاہِ مکمل نگاہ ہے ظالم کہ جس کو تاک لیا اس کی زندگی نہ رہی
وہ رات آہ وہ رات اب وہ رات ہی نہ رہی پھر اس کے بعد سے تسکینِ زندگی نہ رہی
نگاہِ خاص سے اس نے کرم جو فرمایا خدا گواہ کہ مجھ کو کوئی کمی نہ رہی
جبینِ شوق کے ہمراہ میرا دل نہ جھکا جو چاہتا تھا میں وہ شانِ بندگی نہ رہی
جگر کو درد ملا۔ دل کو اضطراب ملا خدا کا شکر یہی ہے کوئی کمی نہ رہی
کسی نظر نے یقینی سکون لوٹ لیا
وہ بات حضرتِ بہزاد میں جبھی نہ رہی

○

دل یہ کہتا ہے کہ جا ہستی کا ساماں چھوڑ کر زندگی بیکار سی ہے ان کا داماں چھوڑ کر
میرے مالک تیری رحمت کے تصدق رحم کر میں یہ جنت کیا کروں گا کوئے جاناں چھوڑ کر
کہنے والا کہہ رہا ہے داستانِ زندگی سننے والا اٹھ گیا اک شمعِ گریاں چھوڑ کر
مانتے ہیں یہ خرامِ ناز محشر خیز ہے بندہ پرور بس حدِ گورِ غریباں چھوڑ کر
میں اسی در پہ مروں گا جان دوں گا میں یہیں جس کا جی چاہے وہ جائے کوئے جاناں چھوڑ کر
اے پپیہے میرا تیرا ایک ہی انجام ہے دونوں ڈوبے اپنا گل اپنا گلستاں چھوڑ کر
اب خدا جانے مری تقدیر میں لکھا ہے کیا چین اب تک تو نہ پایا کوئے جاناں چھوڑ کر
ناوک افگن تیرے تیر دل کے تصدق یہ بتا تیر کیوں دل میں در آیا ہے رگِ جاں چھوڑ کر

خط شناسِ خال میں ہوں نام بھی بہزاد ہے
کس طرف دیکھوں بھلا تصویرِ جاناں چھوڑ کر

○

اب شکوۂ جنوں نہ غمِ دردِ سر مجھے
قسمت سے مل گیا ہے ترا سنگِ در مجھے

دنیا و دیں کا ہوش نہ اپنی خبر مجھے
اچھا دیا کسی نے فریبِ نظر مجھے

آئی ہے آج صبح جو پروانوں کی سی نیند
بیٹھی تھپک رہی ہے نسیمِ سحر مجھے

کیا جانے کس کا ذکر تھا کیا کہہ رہے تھے لوگ
وہ مڑ کے دیکھتے تھے ہر اک بات پر مجھے

مڑ مڑ کے دیکھتا تھا چراغِ سحر کو مَیں
مڑ مڑ کے دیکھتا تھا چراغِ سحر مجھے

اب روح کر رہی ہے محبت کی بندگی
دے دعوتِ سجود نہ وہ سنگِ در مجھے

مَیں آس پر گیا ہوں دیارِ جمال میں
شاید کہ کوئی دیدے دوائے جگر مجھے

مائل بہ لطف کیوں ہے کسی کی نگاہِ ناز
اب تو سکون بخش ہے دردِ جگر مجھے

مضرابِ عشق چھیڑ رہے دل کے ساز کو
کرنا ہے پیش نغمۂ جادو اثر مجھے

جس سمت لُٹ چکی ہے مری کائناتِ دل
پھر لے چلی ہے بے خودیٔ غم اُدھر مجھے

اب پردہ کرنے والے کا پردہ نہیں رہا
کس نے بنا دیا ہے سراپا نظر مجھے

میری نظر کو جنبش کرنا محال ہے
ہر ذرّہ دے رہا ہے فریبِ نظر مجھے

میں بھی اسی طرف ہوں خموشی سے گامزن
بہزاد لے چلا ہے زمانہ جدھر مجھے

○

مرے جہانِ محبت پہ چھائے جاتے ہیں
بھُلا رہا ہوں مگر یاد آئے جاتے ہیں

وہی ہیں عشق کے مارے وہی ہیں دل والے
جو تیرے واسطے آنسو بہائے جاتے ہیں

جہانِ عشق میں اے سیر دیکھنے والے
طرح طرح کے تماشے دکھائے جاتے ہیں

یہی مرے لئے اک روز خون روئیں گے یہی یہی کہ جو مجھ کو مٹائے جاتے ہیں
ہر ایک سانس میں اب تو ہیں عشق کے نغمے مٹا مٹا کے وہ ہم کو بنائے جاتے ہیں
یہ راہِ عشق کی دشواریاں معاذ اللہ وہ ہر قدم پہ ہمیں آزمائے جاتے ہیں
مرے جہان میں جز رنج و غم نہیں کچھ بھی وہ آج کیوں مری دنیا میں آئے جاتے ہیں
ہمیں بھی اپنے تڑپنے میں لطف آتا ہے خدا کا شکر وہ ہم کو ستائے جاتے ہیں

وفا کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں ہم بہزاد
کہ دل تو روتا ہے ہم مسکرائے جاتے ہیں

○

اے دیدۂ دل جلوۂ جانانہ کہاں ہے اپنے تو سبھی میٹھے ہیں بیگانہ کہاں ہے
آئی ہیں ہر اک سمت سے گھر گھر کے گھٹائیں ساقی مرے ساقی مرا پیمانہ کہاں ہے
للہ بتا دو ہے مجھے کفر کی حاجت کعبہ تو ہر اک جا ہے صنم خانہ کہاں ہے
کچھ عشق کا انداز ہے کچھ حسن کا انداز افسوس کہ اک رنگ میں افسانہ کہاں ہے
اک دن وہ تھا ٹھکراتے تھے دیوانے کے ارماں اب پوچھتے پھرتے ہیں کہ دیوانہ کہاں ہے
اے رہروِ کعبہ مجھے اتنا تو بتا دے میں بت کی تمنا میں ہوں بتخانہ کہاں ہے
کیوں خار ہی چنتا ہے ارے پھول بھی چن لے وحشی یہ گلستاں ہے یہ ویرانہ کہاں ہے
ان کالی گھٹاؤں نے بہت مست کیا ہے کوئی یہ بتا دے مجھے میخانہ کہاں ہے

بہزاد مرے دم سے تھی سرگرمیِ محفل
اب شمع بھی جلتی ہے تو پروانہ کہاں ہے

○

میکدے میں ترے بے خود دلِ دیوانہ ہے
گو نہ ساقی ہے نہ ساغر ہے نہ پیمانہ ہے

تیرے جلووں نے کہیں کا بھی نہ رکھا مجھ کو
اب مرے واسطے کعبہ ہے نہ بُت خانہ ہے
میری منزل کو نہ پائیں گے زمانے والے
مَیں وہاں ہوں کہ جہاں حُسن بھی دیوانہ ہے
میری نظروں نے قیامت یہ نئی برپا کی
یعنی ہر ذرّہ زمانے کا صنم خانہ ہے
جھلملاتا ہی چلا جاتا ہے نجمِ سحری
صبح کہتے ہیں جسے شام کا افسانہ ہے
میکدہ تیرا سلامت رہے تیری رہے خیر
میری قسمت کا بھی ساقی کوئی پیمانہ ہے
زیست اب زیست کے معنوں میں کہاں ہے میری
اب مرا قلب محبت سے بھی بے گانہ ہے
لوگ کیا جانیں تری مست نگاہی کا کرم
لوگ بہزاد کو کہتے ہیں کہ دیوانہ ہے

○

اب ہے خوشی خوشی میں نہ غم ہی ملال میں
دُنیا سے کھو گیا ہوں تمہارے خیال میں
گتھی سی پڑ گئی مرے دامِ خیال میں
دامن کسی کا آگیا دستِ سوال میں
مجھ کو نہ اپنا ہوش نہ دنیا کا ہوش ہے
بیٹھا ہوا ہوں مست تمہارے خیال میں
میں مطمئن ہوں زحمتِ آلام و زیست سے
یعنی کہ کچھ خوشی بھی ہے میرے ملال میں
تاروں سے پوچھ لو مری رودادِ زندگی
راتوں کو جاگتا ہوں تمہارے خیال میں
تم کو تو چھوڑنے کا بھی یارا نہیں رہا
افسوس زندگی ہی ہماری وبال میں

دُنیا کو علم کیا ہے زمانے کو کیا خبر
دُنیا بھلا چکا ہوں تمہارے خیال میں

میرے غمِ فراق کی اللہ خیر ہو
اب درد بھی نہیں ہے دلِ پائمال میں

دُنیا کھڑی ہے منتظرِ نغمۂ الم
بہزاد چپ کھڑے ہیں کسی کے خیال میں

○

کیا بتاؤں کہ مُدعا کیا ہے
خود سمجھ لو کہ ماجرا کیا ہے

آج کی رات کیوں نہیں کٹتی
اے دلِ درد آشنا کیا ہے

خیر میں تو ہوں ان کا دیوانہ
ساری دنیا کو یہ ہوا کیا ہے

تجھ سے ملنے کی ہیں تمنائیں
اور مجبور کی دُعا کیا ہے

او نگاہوں کو پھیرنے والے
یہ بتا دے مری خطا کیا ہے

آج تو یہ ہے کس لئے بے چین
آسماں پر یہ سُرمہ سا کیا ہے

گر نہیں کوئی شے بھی جذبِ وفا
پھر یہ مٹنے کا حوصلہ کیا ہے

ہم نے تو اس قدر ہی سمجھا ہے
دہر میں غم کے ماسوا کیا ہے

ایک بُت کی طلب ہی کیوں بہزاد
بول اے بندۂ خدا کیا ہے

○

عالمِ عشقِ حقیقی بھی جُدا ہوتا ہے
جس کو اللہ بنا لو وہ خُدا ہوتا ہے

وہیں جھک جاتا ہے میرا سرِ شوریدۂ شوق
جس جگہ یار کا نقشِ کفِ پا ہوتا ہے

آج ٹپکا ہے مری آنکھ سے اک اشکِ خوں
آج اک فرض محبت کا ادا ہوتا ہے

چُپ جو رہتا ہوں تو رہ جاتی ہے دل کی دل میں
آہ کرتا ہوں تو دنیا کو گلا ہوتا ہے

آپ جس دم کہ ہٹا دیتے ہیں رُخ سے پردہ
یہ بتا دیجئے اس دم مجھے کیا ہوتا ہے

صبح کب ہوتی ہے شب ہوتی ہے کس دم اُن کو
یہ بھی کب درد کے ماروں کو پتہ ہوتا ہے
اب خموشی سے ہی لے کام تو گویائی کا
آہ کرنا دلِ غمناک بُرا ہوتا ہے
پیشوائی کو وہیں بڑھتا ہے دامن میرا
جب کوئی اشک ان آنکھوں سے جدا ہوتا ہے
جب کبھی دیتے ہیں وہ مجھ کو تسلّی بہزاد
اور بھی درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

○

نہ پوچھ مجھ سے ستمگر یہ بات ہی کیا ہے
تری خوشی ہے مقدم مری خوشی کیا ہے
ہمیں تو خود ہی بھٹکنے میں لطف آتا ہے
دگرنہ منزلِ مقصود دور ہی کیا ہے
میں اس نظر کے تصدق میں اس نظر کے نثار
کہ جو نظر یہ بتا دے کہ زندگی کیا ہے
کسی کو مست بنایا کسی پہ سحر کیا
نگاہِ ناز ترا اور کام ہی کیا ہے
کبھی نظر نے کبھی دل نے کر لئے سجدے
ہمیں خبر نہیں اندازِ بندگی کیا ہے
ہم اس سے کہنے کو بیٹھے ہیں داستانِ الم
جو جانتا ہی نہیں دردِ بے کسی کیا ہے
ہمیں نہ اپنی خبر ہے نہ ہے جہاں کا ہوش
یہ بے خودی نہیں تو اور بیخودی کیا ہے
خدا گواہ کہ ہم کو ذرا سکون نہیں
ترے بغیر ہماری یہ زندگی کیا ہے
خُدا کا شکر کہ ہم کھو کے رہ گئے بہزاد
ہمیں خبر نہیں غم کیا ہے اور خوشی کیا ہے

○

دن رات گزرتے ہیں بیداد کی حسرت میں
کیا یہ ہوا کرتا ہے اللہ محبّت میں
تسکین جنھیں ملتی ہے قسمت کے دھنی وہ ہیں
ہم نے تو نہیں پائی تسکین محبّت میں
ان نازنیں قدموں پر سجدے کئے جائے دل
معراج کو پہنچے گا ہر سجدہ محبّت میں
اس کفر کے میں صدقے اس کفر کو کیا کہیے
اللہ کو چھوڑا ہے اک بُت کی محبّت میں

یہ رمزِ محبت ہے یہ رازِ محبت ہے
یعنی کہ عبادت ہے ہر بات محبت میں

ہم تھام کے دل روئے تم تھام کے دل روئے
ہم مٹ کے محبت ہیں تم بن کے محبت میں

ان نرگسی آنکھوں میں آنسو سے نمایاں ہیں
کیا یہ ہوا کرتا ہے اللہ محبت میں

اب تیری تجلی سے ہر ذرہ منور ہے
تاریکیاں رہتی تھیں دنیائے محبت میں

بہزادِ حزیں ہم کو ہر طرح گوارا ہے
جینا بھی محبت میں مرنا بھی محبت میں

○

لگتا نہیں کہیں دلِ شیدا ترے بغیر
بے نور ہو گئی مری دنیا ترے بغیر

ایماں نوازیوں کے بھی قابل نہیں رہا
بیدرد یہ چراغِ کلیسا ترے بغیر

ہم کو تو زندگی کی کوئی آس ہی نہیں
اب ہو چکا جہان میں جینا ترے بغیر

ساقی تجھے خبر ہی نہیں میرے حال کی
بے کیف ہے یہ ساغر و مینا ترے بغیر

ہر لحظہ جل رہا ہوں محبت کی آگ میں
دوزخ سے کم نہیں ہے یہ دنیا ترے بغیر

جینے میں کچھ مزا ہے نہ مرنے میں لطف ہے
اب کیا کروں میں جانِ تمنا ترے بغیر

ہنستا تو ہوں میں خاطرِ احباب کے لئے
رونے سے کم نہیں ہے یہ ہنسنا ترے بغیر

پچھتا رہا ہوں آہ کہ میں تجھ سے کیوں ملا
آخر ہوا نصیب تڑپنا ترے بغیر

ویران ہے تباہ ہے برباد ہے اداس
بہزاد کا جہانِ تمنا ترے بغیر

○

ذرا ٹھہرو تمہیں سننا پڑے گی داستاں میری
کہ اب تک بے زباں بن کر رہی ہے یہ زباں میری

ارے او مسکرانے والے سن کر داستاں میری
کہیں تجھ پر نہ آجائے بلائے ناگہاں میری

مرے چاکِ گریباں کا تماشہ دیکھنے والے
ہر اک تارِ گریباں پر لکھی ہے داستاں میری

تمھاری نرگسی آنکھوں میں بھی آنسو چھلک آئے
میں تم سے کہہ رہا تھا دیکھ لی طرزِ فغاں میری

دلِ مضطر کہاں تک صبر سے میں کام لوں آخر
مجھے بھی خون رُلواتی ہیں اب بربادیاں میری

خدا شاہد تمھارے نام کو رٹتا ہوں میں ہر دم
تمھارے نام کو بھولی نہیں اب تک زباں میری

ارے صیاد اس سے تو مجھے زحمت زیادہ ہو
قفس میں لا کے کیوں رکھ دی ہر شاخِ آشیاں میری

پپیہا گل چمن میں پی کہاں کہتا تھا رہ رہ کر
غضب یہ ہے کہ سب نے یاد کر لی داستاں میری

اگر بہزاد یہ عالم رہا قلبِ فسردہ کا
تو اک دن داستاں بن کر رہے گی داستاں میری

○

تصویر بن گیا ہوں دلِ بے قرار کی
اللہ کوئی حد ہے مرے انتظار کی

جب اپنی حد سے بڑھ گئی حد انتظار کی
دُنیا پلٹ گئی مرے صبر و قرار کی

اس بات پر مصر نہ ہو میں ہجر میں رؤوں
یہ بات اب نہیں ہے میرے اختیار کی

گو مدتیں ہوئی ہیں کسی سے چھٹے ہوئے
حالت مگر وہی ہے دلِ بے قرار کی

بے نور ہو گئی ہے مری چشمِ انتظار
تکمیل ہو سکی نہ ترے انتظار کی

اب میری زندگی ہمہ تن اضطراب ہے
اک بے وفا نے لوٹ لی دُنیا قرار کی

اب تک تڑپ رہا ہوں غمِ ہجرِ دوست میں
اللہ! کوئی حد بھی ہے اس انتظار کی

جی چاہتا ہے آپ کو سجدے کیا کروں
اب حد ہے کوئی جذبۂ بے اختیار کی

اگلا سا وہ سکون نہ اگلی سی چال ڈھال
بہزاد تم نے کون یہ وضع اختیار کی

○

جو کوئی درد کا مارا کبھی آنسو بہاتا ہے
زمانے سے خدا سمجھے زمانہ مسکراتا ہے

مجھے تو بخش دے واعظ مرا دل ہچکچاتا ہے
جو میں کرتا ہوں قصدِ توبہ بادل مسکراتا ہے

وہ ناکامِ محبت پے بہ پے آنسو بہاتا ہے
جسے تم یاد آتے ہو جسے دل یاد آتا ہے

ہمیشہ سے یہی ہوتا ہے دنیائے محبت میں
تماشا دیکھنے والا تماشہ بن کے آتا ہے

مری دنیا تڑپ جاتی ہے میں خود بھی کانپ جاتا ہوں
مجھے تم یاد آتے ہو جو کوئی مسکراتا ہے

مرا دل خون روتا ہے میں خود بھی خون روتا ہوں
مری حرماں نصیبی پر زمانہ مسکراتا ہے

خدا رکھے محبت کو خدا رکھے عقیدت کو
تمھارے نقشِ پا پر کل زمانہ سر جھکاتا ہے

چمن میں رہ کے دل اکتا سا جاتا ہے نشیمن میں
چمن سے دور جا کر آشیانہ یاد آتا ہے

تمھارے حسن نے عالم کا دل تسخیر کر ڈالا
تمھاری یاد میں سارا جہاں آنسو بہاتا ہے

کسی کی کیا شکایت کیجئے بہزادِ افسردہ
بسا اوقات دل ہی اپنے اوپر مسکراتا ہے

○

وفا کی ہی کب تھی جو اب کیجئے گا
جفا ہی جفا بے سبب کیجئے گا

ہمیں آپ سے اسکی امید کب تھی
نگاہِ غضب بے سبب کیجئے گا

اگر آپ نے رخ پہ بکھرا دیں زلفیں
ہمارے لئے دن کو شب کیجئے گا

نگاہِ غضب تو ہمیشہ رہی ہے
نگاہِ کرم ہم پہ کب کیجئے گا

اگر آپ نے پھیر لیں مجھ سے نظریں
ستم ڈھایئے گا غضب کیجئے گا
بھلا یہ تو کہیئے کہ اپنے میں پیدا
محبت کے انداز کب کیجئے گا
ہے ہاتھوں میں بہزاد تسبیح کیسی
بتوں کے لئے ذکرِ رب کیجئے گا

○

ان نگاہوں نے کیا عہد ستم گاری کا
اب ہمیں ہوش کہاں راہ کی دشواری کا
ہم نے دیکھی ہے تری مست نگاہی ساقی
ہم کو معلوم ہے عالم تری ہشیاری کا
ان کے پیروں پہ ہے اپنا سرِ شوریدۂ شوق
دلِ مضطر یہی موقع بھی تھا ہشیاری کا
اب نہ ساغر ہے نہ مینا ہے نہ ساقی ہے نہ مے
یہی انجام ہے سرمستی و سرشاری کا
ان نگاہوں میں خدا جانے کہ کیا جادو تھا
دلِ مضطر نے کیا عہد وفاداری کا
پا رہا ہوں انھیں ہر گام پہ جلوہ فرما
یہ مرے خواب کا عالم ہے کہ بیداری کا
اک کافر پہ لٹا بیٹھا ہوں ایماں اپنا
کھل گیا راز جہاں پر مری دینداری کا
آج ہے ان کی نگاہوں میں غضب کی مستی
آج موقع ہے مری روح کی سرشاری کا
ہم کو بہزادِ حزیں اس نے بھلا یا دل سے
ہم کو اچھا ملا انعام وفاداری کا

○

اگر میں جبینِ محبت جھکا دوں
تو ہر گام پر ایک کعبہ بنا دوں
بتا اے محبت بھری چشمِ نازک
تماشا بنوں یا تماشہ بنا دوں
اگر حکم دو تو بھروں آہ دل سے
اگر تم کہو تو تماشہ بنا دوں
مقدر میں میرے یہ لکھا ہوا تھا
ترے واسطے اپنی ہستی مٹا دوں
تصور سے گر کام لوں میں ذرا بھی
تو تنہائیوں کو بھی محفل بنا دوں

اگر میں بیاں کردوں تیرے کرشمے　　زمانہ کو ہر گام سجدے کرادوں
محبّت میں دل آئینہ بن گیا ہے　　اِدھر آ ذرا تجھ کو تجھ سے ملاؤں
کوئی رو رہا ہے کہیں غم کا مارا　　نہ تم مُسکراؤ نہ میں مُسکرادوں
میں کیفِ محبّت میں کھویا ہوا ہوں
میں کیوں روؤں بہزاد کیوں مسکرادوں

○

دل کو کہاں ہے چین لبوں پر ہنسی کہاں
اب زندگی کا نام ہے اب زندگی کہاں
غنچوں کا روپ اُڑ چکا بُلبُل بھی ہے خموش
ہنستی ہے اب میانِ چمن ہر کلی کہاں
پھولوں میں اب مہک ہے نہ کلیوں میں رنگ ہے
گلشن کے پتّے پتّے پہ اب دلکشی کہاں
تاروں میں وہ ضیا ہے نہ شب میں لطافتیں
اب مہر نیم شب کی وہ تابندگی کہاں
پروانے بھی تو شمع پہ ہوتے نہیں نثار
اور شمع انجمن پہ وہ تابندگی کہاں
اگلا سا سوز ساز نہ اگلا سا درد ہے
جس زندگی میں کیف تھا وہ زندگی کہاں
بن کر ترا گدا میں تھا دُنیا سے سربلند
مجھ کو نصیب اب مری شاہنشہی کہاں

مدت ہوئی کہ وہ نگہِ ناز پھر گئی
میں غم نصیب ہوں مجھے حاصل خوشی کہاں
ہم روئیں کیوں نہ اپنا دلِ زار تھام کر
بہزاد ہم کہاں ہیں اور اب .... کہاں

○

بیہوش ہوں کہ ہوش میں اب آ رہا ہوں میں
ہر چیز میں جہاں کی تجھیں پا رہا ہوں میں
پروردگار اب مری توبہ کی خیر ہو
کالی گھٹا کو دیکھ کے تھرا رہا ہوں میں
رکھ کر کسی کے پائے حسیں پر جبینِ عجز
دل میں عبودیت کی تڑپ پا رہا ہوں میں
میری فضائے ہوش پہ چھا جا جمالِ دوست
اپنے کو آج ہوش میں کچھ پا رہا ہوں میں
ان کی نظر کا آہ ابھی تک خیال ہے
اُن کی نظر کے واسطے گھبرا رہا ہوں میں
ہے کیفِ دردِ دوست فقط میرے واسطے
ہر چیز کو جہان کی ٹھکرا رہا ہوں میں
اس کی خبر نہیں ہے کہ منزل ہے کس طرف
احساس اس قدر ہے کہ ہاں جا رہا ہوں میں
میں نے تو ہائے مشقِ تصوّر بھی چھوڑ دی
اپنے سے کیوں قریب تجھے پا رہا ہوں میں

سمجھا رہا ہے کوئی یہ مجھ کو خبر نہیں
سمجھا رہے ہیں آپ کہ سمجھا رہا ہوں میں
ہمت بڑھا ذرا مری اے ذوقِ جستجو
منزل سے بے نیاز چلا جا رہا ہوں میں
دامن کو کر رہا ہوں جو بہزاد چاک چاک
یوں گتھیوں کو عشق کی سلجھا رہا ہوں میں

○

نورِ آگینیِ رنگِ عشق ہر منزل میں ہے
دل تو جس مشکل میں تھا اب بھی اسی مشکل میں ہے
آنکھ میں شوقِ نظارہ ذوقِ الفت دل میں ہے
دیکھنے والے مری دنیا بڑی مشکل میں ہے
اب نہ کوئی آرزو ہے اور نہ حسرت دل میں ہے
اب مری دنیا باندازِ دگر مشکل میں ہے
مرکزِ چشمِ جہاں ہے وہ نگاہِ ناز بھی
اللہ اللہ جاذبیت یہ رخِ قاتل میں ہے
آپ نے کیوں مجھ کو روکا اپنی بزمِ ناز سے
دیکھ لیجئے ناکہ پروانہ ہر اک محفل میں ہے
میری اک روداد میں اندازِ صد روداد ہے
لاکھ ارمانوں کا مجمع تنگنائے دل میں ہے
ٹھنڈی ٹھنڈی یہ ہوا یہ نکھری نکھری چاندنی
توبہ توبہ میری توبہ اب بڑی مشکل میں ہے

چھوڑ دے اے ناخدا کشتی خدا کے نام پر
ایک کیفِ مستقل سا حسرتِ ساحل میں ہی

یک بہ یک لوٹا گیا ہی کاروانِ عقل و ہوش
اک قدم منزل کے باہر اک قدم منزل میں ہی

تم بھی اب دیکھو مری جانب نگاہِ یاس سے
جو تڑپ پیدا تھی مجھ میں وہ تمھارے دل میں ہی

ختم جوشِ شوق کا امکان ہی اے دردِ دل
وہ قدم کیسے ہٹاؤں جو قدم منزل میں ہی

کس لئے بہزاد تم پھرتے ہو آخر کو بہ کو
جس کی تم کو جستجو ہے وہ تمھارے دل میں ہی

○

الجھتا ہی دم اشک برسا رہا ہوں
محبت جو کی ہے تو پچھتا رہا ہوں

مزا دے رہے ہیں ان آنکھوں کے آنسو
میں افسانۂ غم کہے جا رہا ہوں

نہ دعوتِ سجدہ اے سنگِ جاناں
کہ میں وقفِ نقشِ کفِ یار رہا ہوں

سلامت سلامت مری شامِ ہجراں
کہ میں ہر طرح دل کو بہلا رہا ہوں

مجھے مار ڈالا محبت نے لیکن
خدا کا کرم ہی جیے جا رہا ہوں

یہ احساس ہی جا رہا ہوں یقیناً
خبر یہ نہیں ہی کدھر جا رہا ہوں

محبت کے بادل نہیں کھلنے والے
کہ میں آج تک اشک برسا رہا ہوں

تمھارے ہی کارن تمھارے ہی خاطر
زمانے کی ہر شے کو ٹھکرا رہا ہوں

محبت کی دنیا میں کچھ بھی نہیں ہی
میں بہزاد کیوں ٹھوکریں کھا رہا ہوں

○

میں زندگی سے ہوں بیزار زندگی کی قسم
مجھے مٹا دے تجھے اپنی دلبری کی قسم

ترے بغیر ترے واسطے ترے کارن
تڑپ رہا ہوں غمِ دردِ عاشقی کی قسم

ترے ہی سامنے پھیلے گا میرا دستِ طلب
ترا گدا ہوں تری بندہ پروری کی قسم

ترا کرم بھی مسلّم مرا گلا بھی درست
ترے کرم کی قسم اپنی بے بسی کی قسم

وہ جس نے تجھ کو دیا ہی جمالِ عشق نواز
اسی سے ہے مری فریاد ہاں اسی کی قسم

بہت دنوں سے ترستا ہوں دید کو تیری
ترے جمالِ محبت نواز ہی کی قسم

ترے ہی ذکر سے لبریز ہیں مرے اشعار
تو ہی تو جانِ سخن ہے سخنوری کی قسم

ترے خیال میں شام و سحر بسر کرنا
اسی کا نام عبادت ہے بندگی کی قسم

یہ چاہتا ہوں کہ سجدے کروں تجھے پیہم
یہ بے خودی کا تقاضا ہی بیخودی کی قسم

چمن میں پھول تو کھلتے ہیں پر وہ بات نہیں
تری ادا کی قسم ہے تری ہنسی کی قسم

اسی قسم نے تو بخشی ہے درد کی لذّت
عزیز کیوں نہ ہو بہزاد...... کی قسم

○

ذرّہ ذرّہ دہر کا گرداں ہے ساغر کی طرح
میں ہی اک حالت میں ہوں اپنے مقدّر کی طرح

خانۂ تاریکِ دل میں جلوہ گر ہو جا ذرا
اے حسینِ بے بدل ماہِ منوّر کی طرح

ہائے اس کی مست مست آنکھوں کے وہ پیکانِ ناز
گڑ رہے ہیں دل میں میرے نوکِ نشتر کی طرح

اب تمھاری آس ہے میرے دلِ بیمار کو
تم تو برگشتہ نہ ہو میرے مقدّر کی طرح

کیوں مری آہوں کا کچھ تجھ پر اثر ہوتا نہیں
اے حسینِ سنگ دل سفاک پتھر کی طرح

چہرۂ پُر از کرم سر تا بہ پا مہرِ تمام
چہرہ پر از غیظ ہے خورشید محشر کی طرح

اب بھلا کیوں کر نہ ہو جائے میری ہستی تمام
کھنچ رہے ہو تم بھی مجھ سے آہ خنجر کی طرح

کس کو حاصل ہے جہاں کا درد دُنیا کا الم
کون ہے دُنیا میں میرے قلبِ مضطر کی طرح

تیرِ چشمِ ناز ہے بہزاد یا کچھ اور ہے
چُبھ رہی ہے کون شے سینے میں نشتر کی طرح

○

جب بے نقاب وہ رُخِ پُر نور ہو گیا
جو ذرہ جس جگہ تھا وہیں طُور ہو گیا

رو کی جبینِ شوق کی کیفیتِ نیاز
سجدہ وہاں کیا جہاں مجبُور ہو گیا

یہ بُعدِ حُسن و عشق مٹائے نہ مِٹ سکا
جب وہ ہوئے قریب تو میں دُور ہو گیا

تیرِ نظر تو زخم جگر دے کے رہ گیا
اس زخم کے نثار جو ناسُور ہو گیا

جب تک نہ غم کو سمجھے تھے مغموم ہی رہے
جب غم کو ہم سمجھ گئے غم دُور ہو گیا

اللہ رے تیر ناز کہ ہم مٹ کے رہ گئے
اللہ ری ٹھیس شیشۂ دل چُور ہو گیا

میری طرح خموش نگاہوں سے آرزو
یہ بھی جہانِ عشق کا دستُور ہو گیا

یہ فیض لفظِ حُسن ہے یا فیض کارِ عشق
جو دار پر گیا وہی منصُور ہو گیا

توبہ تو پینے والوں پہ لازم ہے واعظا
وہ کیا کرے جو بے پیئے مخمُور ہو گیا

اب ایک رنگ میں ہی محبت بھی حُسن بھی
اک پردہ درمیاں میں تھا وہ دُور ہو گیا

اپنی حدوں سے بڑھ گیا جب عشق کا نیاز — انجام کار حُسن بھی مجبُور ہو گیا
وہ حُسنِ حشر گُن مری بزمِ خیال میں — بے پردہ ہو گیا کبھی مستُور ہو گیا

اعجازِ میکدہ ہے کہ اعجازِ چشمِ مست
بہزاد بے پیے ہوئے مخمُور ہو گیا

○

یہ ہے اک نو شباب کا عالم — جیسے کِھلتے گلاب کا عالم
حُسن زیرِ نقاب اُف توبہ — صبحدم آفتاب کا عالم
تم نے کی بھی نگاہِ لُطف تو کیا — کیا گیا اضطراب کا عالم
کوششِ چارہ گر ہوئی بے سُود — نہ گیا اضطراب کا عالم
میرے دامانِ تر سے پوچھ نہ لو — میری چشمِ پُر آب کا عالم
سیلِ اُلفت میں ہے یہ حالِ مرا — جیسے بہتے حباب کا عالم
تم بھی دیکھو گے ایک دن آ کر — کسی خانہ خراب کا عالم
دیدۂ نیم باز ہے بالکل — نرگسِ نیم خواب کا عالم
اک گہر بار ابر ہے گویا — یہ ہے چشمِ پُر آب کا عالم
اُس نے الٹی نقابِ رُخ جس دم — اک تھا شیخ و شباب کا عالم

اب کسی کو سُنائیں کیا بہزاد
اپنے گزرے شباب کا عالم

○

چشمِ کرم جو مائلِ بیداد ہو گئی — دُنیا دلِ غریب کی برباد ہو گئی
اس زندگی میں کیا تھا بجز نامرادیاں — اچھا ہوا کہ زندگی برباد ہو گئی
شاید کہ پا گئی کسی بیکس کا قلبِ زار — اُن کی نگاہِ ناز جب ہی شاد ہو گئی

اب تم کو کیا سُنائیں زمانہ کو کیا سُنائیں
اب تو ہماری بات بھی فریاد ہوگئی
دل کی بساط کیا تھی اور اس پر ہوا یہ ظلم
ناشادیوں سے اور بھی ناشاد ہوگئی
میں تو خموش تھا یہ زمانے نے کیا کیا
روداد میرے غم کی انھیں یاد ہوگئی
اللہ ری عاشقی کہ اب آئینِ عشق میں
آنسو کی ایک بوند بھی فریاد ہوگئی
یہ مختصر سی ہے مری رودادِ زندگی
جب بن سکی نہ زیست تو برباد ہوگئی
آنسو سے گر پڑے مری چشمِ خیال سے
بہزاؔد وہ نظر جو مجھے یاد ہوگئی

○

نہیں جو خوشی وہ خوشی مانگتا ہوں
خدا سے غمِ بے کسی مانگتا ہوں
مجھے زندگی کی تمنّا نہیں ہے
تمھارے لئے زندگی مانگتا ہوں
بہت خوش رہا ہوں بہت ہنس چکا ہوں
طبیعت کی افسردگی مانگتا ہوں
محبّت کی بھیک اس نگاہِ حسیں سے
کبھی چھوڑتا ہوں کبھی مانگتا ہوں
کسی شے کا طالب نہیں ہوں جہاں میں
فقط اک تمنّا تری مانگتا ہوں
نہیں مانگتا ساقیا جام و ساغر
فقط تجھ سے اک بیخودی مانگتا ہوں
مجھے نام کو گو نہیں ہوش باقی
مگر اور بھی بے ہشی مانگتا ہوں
کہاں تک اٹھاؤں غمِ دردِ الفت
خوشی کھو چکا ہوں خوشی مانگتا ہوں
نہ دے صرف دردِ محبت ہی مجھکو
ہیں جتنے اَلم میں سبھی مانگتا ہوں
وہی جس نے بہزاؔد مجھکو مٹایا
محبّت بھری وہ ہنسی مانگتا ہوں

○

شکوہ نہیں ہے مجھکو کہ بندش زباں پہ ہے
تم کو خبر نہیں مری دُنیا کہاں پہ ہے

مدّت سے ہے چراغِ نشیمن بجھا ہوا
بجلی کو ڈھونڈ رہا ہوں کہ کس آشیاں پہ ہے

مخمورِ جامِ عشق ہوں سجدوں کا ہے خیال
میری نگاہِ شوق ترے آستاں پہ ہے

ساقی مری طرف بھی بڑھا ساغرِ شراب
کیا دیکھتا نہیں کہ گھٹا آسماں پہ ہے

رگ رگ میں بھر رہی ہیں محبت کی بجلیاں
دل میں وہی ہے بات جو میری زباں پہ ہے

اک آگ سی لگی ہے جہانِ خیال میں
نالہ کبھی زمیں پہ کبھی آسماں پہ ہے

مستِ سجود ہے مری دنیائے آرزو
میری جبینِ شوق ترے آستاں پہ ہے

الفت کی ہر خلش میں ہے تسکین دائمی
اب تو ہر اک نگہ نگہِ جانستاں پہ ہے

معراج تجھ کو دی مرے جذبِ خیال نے
اب تو ہی اس کو دیکھ کہ اب تو کہاں پہ ہے

سستی سی بڑھ چلی مجھے آواز دے کوئی
اٹھنا قدم کا اب جرسِ کارواں پہ ہے

بہزاد جذبِ عشق کے قربان جائیے
میں بھی اسی جگہ ہوں مرا دل جہاں پہ ہے

کر لیا ازل ہی سے میں نے انتخاب اُن کا
جب کہاں تھا مثل اُن کا اب کہاں جواب اُن کا

چشمِ شوق چشمِ شوق ہمنشیں یہ کیسی ہے
کون دیکھ سکتا ہے روئے بے نقاب اُن کا

کر چکے محبت کی خوب سی وہ پامالی
دامنِ محبت ہے اب تو فرشِ خواب اُن کا

عشق کی نگاہوں میں خاص جاذبیت ہے
خود بخود ہوا جنبش گوشۂ نقاب اُن کا

حُسن کی بھی ہر تسکین عشق کی ستائی ہے
فہم والے سمجھیں گے رنگ اضطراب اُن کا

بن کے لازم و ملزوم دو جہاں میں ہے مشہور
عشقِ نامراد اپنا حُسنِ کامیاب اُن کا

اے میری نگاہِ شوق اب تو ہی یہ بتلا دے
اس جہانِ الفت میں کون ہے جواب اُن کا

○

نہ پوچھو نہ پوچھو کہ کیا چاہتا ہوں
کچھ لو سمجھ لو دوا چاہتا ہوں

فریب محبت میں کیا چاہتا ہوں
وفاؤں کا بدلہ وفا چاہتا ہوں

محبت اور اس کا صلہ چاہتا ہوں
بُرا کر رہا ہوں بھلا چاہتا ہوں

سلامت سلامت مرادر دنہاں
مبارک مبارک مٹا چاہتا ہوں

کہاں تک فریبِ جمالِ محبت
میں دنیا بھی اپنی جُدا چاہتا ہوں

ہٹو چارہ سازو ہٹو سامنے سے
کہاں کی دوائیں دُعا چاہتا ہوں

اِدھر بھی ذرا تیری محشر خرامی — جبیں کے لئے نقشِ پا چاہتا ہوں
نہ چھیڑ اے صبا حالِ گیسوئے جاناں — کرم کر کرم رو دیا چاہتا ہوں
تمہاری ہی تابش سے ذرّے ہیں روشن — یہ ذروں سے پوچھو کہ کیا چاہتا ہوں

میں ذرّوں کی خاطر ہوں بہزادؔ مضطر
کسی سنگِ در کا پتا چاہتا ہوں

○

میں کیا کہوں بتوں سے کہ کیا چاہتا ہوں میں
بندہ تو بن چکا ہوں خدا چاہتا ہوں میں

دُنیا کا اِنقلاب مجھے خود نہیں قبول
اپنی فغاں پہ حدِ وفا چاہتا ہوں میں

اللہ میرے اشکِ مسلسل نہ رک سکیں
دنیائے غم بھی اپنی جُدا چاہتا ہوں میں

میری نگاہ تم سے تو سو بار کہہ چکی
کیا پھر بھی یہ سنو گے کہ کیا چاہتا ہوں میں

گھبرا چکا ہوں زحمت و آلامِ ہجر سے
گر تم سے ہو سکے تو دُعا چاہتا ہوں میں

پرواہ اپنی ذات کی مجھ کو ذرا نہیں
ہر طرح آپ ہی کا بھلا چاہتا ہوں میں

میری جفا پسندیاں مجھ پر نثار ہیں
اک قلب ناشناسِ وفا چاہتا ہوں میں

خوددارِ عشق ہوں مری دُنیا خموش ہے
بیکار پرششیں ہیں کہ کیا چاہتا ہوں مَیں
دیکھے تو کوئی آکے مری سادگیٔ عشق
بہزاؔد بے وفا سے وفا چاہتا ہوں مَیں

○

ہر ذرۂ لطیف کی پروا نہ کیجئے
جس جا نہ سر جھکے وہاں سجدہ نہ کیجئے
ٹھکرا چکا ہوں تیرے لئے عیش دو جہاں
کیا کیجئے جو غم بھی گوارا نہ کیجئے
اے یوسفِ جمال نہ دامن چھڑائیے
پروائے آبروئے زلیخا نہ کیجئے
شاید وفا یہی ہے یہی کارِ عشق ہے
اب دل یہ کہہ رہا ہے کہ نالہ نہ کیجئے
یہ دل تو آپ ہی کا ہے قربان جائیے
اس کا قدم قدم پہ تقاضا نہ کیجئے
اک مبتلائے درد کو اک غم نصیب کو
اچھا تو اب یہی ہے کہ اچھا نہ کیجئے
رُلوائیے نہ مجھ کو سرِ بزم بار بار
اس عشق و عاشقی کو تماشا نہ کیجئے
میں جانتا ہوں مہر کا انجام آخری
مجھ کو نگاہِ مہر سے دیکھا نہ کیجئے
سُن لیجئے یہ حضرتِ بہزاؔد میری عرض
امکان ہو تو ان کی تمنا نہ کیجئے

○

ڈھلتے ڈھلتے دن کا حصہ تا سرِ شام آگیا
لیجئے بیمار کے مرنے کا پیغام آگیا
طور کی بجلی سے لئے کوئی سرِ بام آگیا
آج میرا اضطرابِ دل مرے کام آگیا
اک نگاہِ قہر سے دُنیا تڑپ کر رہ گئی
اک نگاہِ مہر سے دُنیا کو آرام آگیا

درسِ عبرت ہیں مری ذوقِ اسیری کی حدیں
میں وہ طائر ہوں خوشی سے جو تہِ دام آگیا

آپ ہی اے بندہ پرور کچھ سبب تبلایئے
بے ارادہ کیوں لبوں تک آپ کا نام آگیا

اب نہ نالے ہیں نہ آہیں نہ شیون ہے نہ شور
دل کے مٹ جانے سے اک دنیا کو آرام آگیا

دل کے مٹ جانے سے رازِ زندگانی کھل گیا
شکر تو یہ ہے کہ میرا دل مرے کام آگیا

اک ہمارا ہی مقدر ہے بُرا کیا ساقیا
میکدے میں دیکھ سب کے سامنے جام آگیا

کیوں مکمل ہو نہ جائے داستانِ حُسن و عشق
ہائے ان کے لب پہ بھی بہزاد کا نام آگیا

○

آماجگاہِ برق کہاں ہے کہاں نہیں
کل اس جگہ پہ ہم تھے جہاں آشیاں نہیں

یارائے جستجو کی کمی کیا ہے عشق میں
لیکن کسے خبر کہ کہاں ہے کہاں نہیں

کوئی بتاؤ ان کو میں کیوں کر جواب دوں
مجھ سے وہ کہہ رہے ہیں کہ منہ میں زباں نہیں

وہ ابتدائے شوق کی وارفتگی کہاں
نالہ نہیں ہے آہ نہیں ہے فغاں نہیں

روویں گے آپ سُن کے مری داستانِ دل
یہ واقعات خاص ہیں یہ داستاں نہیں
کس جا ہیں تم کو ڈھونڈوں کہاں پر کروں تلاش
تم یہ مجھے بتاؤ کہ تم ہو کہاں نہیں
وہ سامنے کھڑے ہیں بصد نازشِ جمال
اس وقت ہوں وہاں جہاں کون و مکاں نہیں
اے رہرو و سنو مری منزل ہر دو سری
مجھ کو غمِ جرس ہے غمِ کارواں نہیں
جوشِ جنوں سے کیا کہوں بہزاد مبتلا
کافی جنوں کے واسطے دونوں جہاں نہیں

○

جبھی اس طرح زود زنداں دیکھتا ہوں
زمیں دیکھ کر آسماں دیکھتا ہوں
ارادہ ہے رکھ لوں نشیمن نظر میں
اسی واسطے آشیاں دیکھتا ہوں
پھری ہیں تمہاری نگاہیں جو مجھ سے
میں بدلا ہوا کُل جہاں دیکھتا ہوں
وہ رونق نگاہوں کی لاؤں کہاں سے
میں اب ان کے جلوے کہاں دیکھتا ہوں
نہ اُن کو خبر ہے نہ مجھکو خبر ہے
یہ اے بیخودی کیا سماں دیکھتا ہوں
میں پاتا ہوں دل مرکزِ صد تمنّا
جگر میں غمِ دو جہاں دیکھتا ہوں
سلامت سلامت مرا ذوقِ سجدہ
کہ ہر سو ہی آستاں دیکھتا ہوں
محبت ہی چھائی ہوئی کل جہاں پر
محبت کو ہر سُو عیاں دیکھتا ہوں
یہ بہزاد تقدیر کے حال دیکھے
ہر اک آہ کو رائیگاں دیکھتا ہوں

اپنا ہی بنایا ہے مجھے بیگانہ بنا کر — سو ہوش مجھے دے دیئے دیوانہ بنا کر
ساقی تری آنکھوں کے تصدق مری مستی — خود مست ہوئیں دہر کو دیوانہ بنا کر
یہ دل ترا کاشانہ تھا اے جلوۂ محبوب — کیوں چھوڑ دیا کعبہ کو بتخانہ بنا کر
وہ شمع صفت خود بھی تحیر میں ہوا غرق — دُنیا کی ہر اک چیز کو پروانہ بنا کر
آنکھوں میں بھرا رکھتا ہوں اشکوں کا خزانہ — افسانہ سُناتا ہوں میں افسانہ بنا کر
ساقی مجھے اب تیری عنایت کی ہے حاجت — لایا ہوں میں چُلّو ہی کو پیمانہ بنا کر
اب کیا ہوا خالق مرے وہ جلوۂ خوش رنگ — دنیا کے ہر ایک ذرّہ کو بتخانہ بنا کر
اے حُسن کے مالک تجھے کیا ہو گیا حاصل — دیوانہ کو ہر رنگ سے دیوانہ بنا کر

سو جان سے ہیں چاکِ گریباں کے تصدّق
بہزاد وہ خوش ہیں مجھے دیوانہ بنا کر

○

کیا ہیں نئی ادائیں اس یارِ فتنہ گر میں — رعنائیاں ہیں لاکھوں اک عشق کی نظر میں
دو اشک میں گرا کر خاموش ہو گیا ہوں — افسانہ کہہ رہا ہوں الفاظِ مختصر میں
دل نے سکون کھویا ہم نے سکون پایا — سو انقلاب آئے اک جنبشِ نظر میں
جب سے تری نگاہیں بیدرد پھر گئی ہیں — بے نُور ہو گئی ہے دُنیا مری نظر میں
تیرِ نظر کے صدقے تیرِ نظر کے قرباں — اک ٹیس سی ہے دل میں اک درد ہے جگر میں
شاید کہ گلستاں میں پھُولوں کی فصل آئی — صحرا کا ہے ارادہ گھبرا رہا ہوں گھر میں
ہوتی نہیں تسلّی اب سنگِ آستاں سے — سجدوں کا ہے ارادہ اب تیری راہگذر میں
ان کی ہو خیر یارب اُن کا ہے قلب نازک — نکلی ہے آہ دل سے ڈوبی ہوئی اثر میں

کون و مکاں میں تم ہو سارے جہاں میں تم ہو
اُب تم ہی تم بسے ہو بہزاد کی نظر میں

○

ہزاروں امتحاں ہم نے لئے بیتابیٔ دل کے
کبھی دُور آ کے منزل سے کبھی پاس آ کے منزل کے
مری رودادِ سادہ کو زمانہ کس لئے سُنتا
یہ پروانوں کے قصّے ہیں یہ قصّے شمع محفل کے
ہنسو اے دیکھنے والو اگر رونا نہیں آتا
کہ خوش کن بھی ہیں نظارے مری بربادیٔ دل کے
مری کشتی بھنور میں ہے سہارا تک نہیں کوئی
مجھے ساحل نہیں ملتا ہے مَیں قربان ساحل کے
نگاہِ ناز کی جنبش پہ دُنیا لوٹ جاتی ہے
ستم گر تیری نظروں میں ہیں پنہاں راز ہر دل کے
محبّت کی خلش راحت نظر آتی ہے اب مجکو
مجھے آسانیاں بخشی ہیں مَیں قربان مشکل کے
کمی شاید کہ کچھ ہونے لگی ہر جذبِ مجنوں میں
بگولے لَوٹ کیوں جاتے ہیں پاس آ آ کے محمل کے
مری دُنیا میں جز یاس والم کچھ بھی نہیں باقی
یہ ہیں احسان اے بہزادؔ مجھ پر چشمِ قاتل کے

○

کیا سمجھتے ہو حقیقت میں گلا کرتا ہوں
یہ تو اک فرض محبّت ہے ادا کرتا ہوں
وہ جو ملتے ہیں تو ہنس ہنس کے گلا کرتا ہوں
میں تو شکوہ بھی زمانے سے جُدا کرتا ہوں

بے ہوشی میں تو کیا کرتا ہوں پرزے دامن
ہوش میں دامنِ صد چاک سیا کرتا ہوں

محتسب تجھ کو حقیقت میں غلط فہمی ہے
ان کی آنکھوں میں جو مے ہے وہ پیا کرتا ہوں

مجھ کو انکار خطاؤں سے نہیں میرے کریم
تیری رحمت پہ ہوں نازاں جو خطا کرتا ہوں

سرد آہوں کی قسم دیدۂ گریاں کی قسم
میں بہر طور تمھیں یاد کیا کرتا ہوں

بہتے رہتے ہیں مری آنکھ سے ہر دم آنسو
یعنی ہر وقت تمھیں یاد کیا کرتا ہوں

لب خاموش سہی دیدۂ غمناک سہی
میں بہر طور ترے حق میں دعا کرتا ہوں

سامنے جب کبھی بہزاد وہ آجاتے ہیں
چپ تو رہتا ہوں پر آنکھوں سے گلا کرتا ہوں

○

جز کئے دیتا ہے یہ ذوقِ نظر مجھ کو
ہر نقشِ کفِ پا پر رکھنا جو ہے سر مجھ کو

ضطر کئے دیتا ہے اُف دردِ جگر مجھ کو
کیا جانئے کہ کب دیکھے دزدیدہ نظر مجھ کو

روم نظر کر دے وہ تیرِ نظر مجھ کو
اللہ نہ رہ جائے دُنیا کی خبر مجھ کو

میخانہ میں مجھ ایسے مے نوش ہزاروں ہیں
کیوں ڈھونڈتی پھرتی ہے ساقی کی نظر مجھ کو
کیا اس کو ہی کہتے ہیں انجام محبت کا
ان کو نہ خبر میری ان کی نہ خبر مجھ کو
ہر سانس میں کب تک یہ پیغام گرفتاری
میں تم کو بھلاؤں گا جینا ہے اگر مجھ کو
باہوش محبت ہے رگ رگ مرے پیکر کی
دیوانہ سمجھتی ہے دُنیا کی نظر مجھ کو
فرقت کا تقاضا ہے میں جانِ حزیں دیدوں
اک بُت کی محبت میں جینا ہے ادھر مجھ کو
اے ہوش خُدا حافظ اے ضبط خدا حافظ
کیا جانے کہ لے جائے وحشت یہ کدھر مجھ کو
یادِ رُخ جاناں میں شب میں نے گزاری ہے
کچھ دیر تو بہلالے نیرنگ سحر مجھ کو
بہزاد اک اُلجھن سی رہتی ہے بتاؤں کیا
ہر صبح و مسا مجھ کو ہر شام و سحر مجھ کو

○

چشم نم رکھتا ہوں تفتیدہ جگر رکھتا ہوں
گھر میں بیٹھا ہوں زمانہ کی خبر رکھتا ہوں
مست دل رکھتا ہوں مدہوش جگر رکھتا ہوں
جام پر ہاتھ صراحی پہ نظر رکھتا ہوں

وہ تو یہ کہیئے کہ ہے پاسِ وفا مجھ کو
ورنہ نالوں میں قیامت کا اثر رکھتا ہوں

مجھ کو ہر جا پہ نظر آتے ہیں جلوے تیرے
میں عجب طرح کا اندازِ نظر رکھتا ہوں

تیرے صدقے ترے قربان ہٹانے والے
یہ محبت ہے جو قدموں پہ میں سر رکھتا ہوں

میری آنکھیں نہیں نم ناک نہ چہرۂ غمگیں
غم کی دُنیا بھی یہ اندازِ دگر رکھتا ہوں

بس تصوّر میں تمھیں سامنے لے آتا ہوں
کُل زمانہ کو میں یوں پیشِ نظر رکھتا ہوں

اس کا مقصد یہ ہے ٹھکرا دے کوئی دل والا
دل کو لا کر جو سرِ راہگذر رکھتا ہوں

اس کو چھانٹا ہی نہیں جس میں مروّت کا نشاں
میں بھی بہزاد قیامت کی نظر رکھتا ہوں

○

جنبشِ گاہ گاہ نے مارا — ان کی کافر نگاہ نے مارا
ہم فغاں تک بھی کر نہیں سکتے — عشق کی رسم و راہ نے مارا
سانپ سے لوٹتے ہیں سینے پر — اُن کی زلفِ سیاہ نے مارا
عشق والو غمِ محبت کی — خلشِ بے پناہ نے مارا
ان سے کس کس کا کیجیے شکوا — ہم کو تو ہر نگاہ نے مارا
ایک دینداروں دین پرور کو — ایک کافر کی چاہ نے مارا

ان سے ہم کچھ بھی کہہ نہیں سکتے ہم کو اس رسم و راہ نے مارا
ہم گناہوں سے آہ بچ نہ سکے پر خیالِ گناہ نے مارا
پوچھتا ہی نہیں کوئی بہزاد
ہم کو حالِ تباہ نے مارا

○

سیہ بادل جو اُٹھ کر جانبِ میخانہ آتا ہے
تو ہر توبہ شکن کے پاس خود پیمانہ آتا ہے
مرا افسانہ ہوتا ہے مری روداد ہوتی ہے
تمہیں دیکھو تمہارے لب پہ جو افسانہ آتا ہے
فضاؤں میں ترنم ہے ہواؤں میں ہے رنگینی
ٹھہر اے شمع شاید پھر کوئی پروانہ آتا ہے
خدارا پاؤں رکھنے دے سنبھلکر کوئے الفت میں
خیالِ آبروئے لغزشِ مستانہ آتا ہے
ذرا ہشیار رہنا رہروانِ کوچۂ الفت
کہ اس رستے میں بس ویرانہ ہی ویرانہ آتا ہے
مری دُنیا میں سوز و سازِ اُلفت تک نہیں باقی
نہ اب فانوس جلتے ہیں نہ اب پروانہ آتا ہے
میں اے ساقی نہ کیوں قربان ہوں ہر ہر گھڑی تجھ پر
ترے صدقے میں مجھ تک مے بھرا پیمانہ آتا ہے
ترے ادنیٰ اشارہ پر زمانہ کا ہر اک ذرہ
مچلتا رقص کرتا اور بہکتا بانہ آتا ہے

یہ بہزادِ حزیں کو کیا ہوا ہے جوشِ اُلفت میں
چلے آتے ہیں یوں جیسے کوئی دیوانہ آتا ہے

○

اے نظر مجھ کو اک افسانہ بنایا ہوتا
ساز ہوں سوز سے بیگانہ بنایا ہوتا
چشمِ ساقی مجھے دیوانہ بنایا ہوتا
غمِ کونین سے بیگانہ بنایا ہوتا
اُف لبِ جام بھی میری ہی طرح تشنہ ہیں
کاش پیمانے کو پیمانہ بنایا ہوتا
میری قسمت ہے کہ پابندِ تمنّا ہوں میں
تم نے تو اس سے بھی بیگانہ بنایا ہوتا
رنگِ محفل نہیں جمتا ہے جو پروانے سے
تو کسی شمع کو پروانہ بنایا ہوتا
نگہِ ناز کو رحم آگیا یہ خیر ہوئی
ورنہ کل بزم کو دیوانہ بنایا ہوتا
گر یہ خواہش تھی کہ رودادِ وفا سن لیتا
ہر نظر کو مری افسانہ بنایا ہوتا
خیر گزری تجھے رحم آگیا ورنہ غم نے
دل کی دُنیا کو تو ویرانہ بنایا ہوتا
کعبہ بننا جو دلِ زار کا تھا کچھ مشکل
تو اُسے اپنا ہی کاشانہ بنایا ہوتا

اب مرے شکوۂ آلام سے کیوں ہو مضطر
مجھ کو کُل دہر سے بیگانہ بنایا ہوتا
پائے ساقی پہ نہیں کیوں سرِ پُر شوق مرا
کام کچھ لغزشِ مستانہ بنایا ہوتا
اس نظر سے مجھے اُمیدِ کرم ہے بہزاد
جس نظر نے مجھے دیوانہ بنایا ہوتا

○

ان کی نادانیاں نہیں جاتیں
میری قربانیاں نہیں جاتیں
میں تو ہنستا ہوں تھام کر دل کو
جب پریشانیاں نہیں جاتیں
جب سے دیکھا ہے آئینہ وش کو
دل کی حیرانیاں نہیں جاتیں
بزمِ جاناں میں تک رہا ہوں نظر
میری نادانیاں نہیں جاتیں
پا رہا ہوں ہر اک طرف اُن کو
ہائے حیرانیاں نہیں جاتیں
ہے معین ہر ایک چیز کا وقت
کیوں پریشانیاں نہیں جاتیں
باوفاؤں سے یہ جفا کیسی
میری نادانیاں نہیں جاتیں
ساری دنیا ہے آئینہ ساماں
پھر بھی حیرانیاں نہیں جاتیں
دل نے لاکھوں ستم سہے لیکن
عشق سامانیاں نہیں جاتیں
یوں تو ہر شے میں انقلاب آیا
بس پریشانیاں نہیں جاتیں
ان بتوں کی جہاد اے بہزاد
کفر سامانیاں نہیں جاتیں

○

دستِ وحشت نے عجب کارِ نمایاں کر دیا
جب گریباں تو نہیں تھا اب گریباں کر دیا

دستِ وحشت کو جنونِ غم نے جنباں کر دیا
چاک دامن تا حدِ چاکِ گریباں کر دیا

کالی کالی جب گھٹا اُٹھی تو ہم رندوں نے بھی
غرق اک ساغر کے اندر دین وایماں کر دیا

چل رہی ہے ہر طرف پیہم ہوائے عاشقی
آج اک کافر نے دنیا کو مسلماں کر دیا

پھر مری آنکھوں میں بھر آتے ہیں اشک سُرخ سُرخ
پھر کسی کی یاد نے آشفتہ ساماں کر دیا

اک نگاہِ ناز نے دنیا بدل ڈالی مری
اک نگاہِ ناز نے ممنونِ احساں کر دیا

دستِ وحشت کی بڑھی تیرے ہی کارن آبرو
فصلِ گُل تو نے ہی تو دامن کو داماں کر دیا

اے نگاہِ نازِ جاناں یہ تو بتلا دے مجھے
تو نے میری زندگی کو کیوں پریشاں کر دیا

کیفیاتِ عشق پر ہے منحصر انسانیت
عشق نے در اصل ہر انساں کو انساں کر دیا

اشک بہنے سے کھلا بہزادؔ رازِ زندگی
دل میں جو جذبہ تھا آنکھوں نے نمایاں کر دیا

○

ہل چل مچی ہوئی ہے جہانِ خراب میں
تم اضطراب میں ہو کہ میں اضطراب میں

سو بے حجابیاں ہیں کسی کے حجاب میں
عالم کے راز دیکھ رہا ہوں نقاب میں

میری نگاہِ شوق میں کچھ بات ہی نہیں
تقدیر کا ہے ہاتھ ترے انتخاب میں

کالی گھٹا اُٹھی تو ہر اک مے پرست نے
تقویٰ کو غرق کر دیا جامِ شراب میں

تیرے لئے یہ زحمت و آلام و درد ہیں
تیرے لئے یہ زیست پڑی ہے عذاب میں

پی کر شرابِ عشق کو اے قلبِ مُبتلا
دُنیا کے چین کھو دئے پھنس کر عذاب میں

ہشیار باش اے نگہِ مستِ آرزو
ان کی نگاہِ ناز ابھی تو ہے خواب میں

کر اے جبینِ شوق ہر اک گام پر سجود
دنیا کو پا رہا ہوں مکمل شباب میں

"ہاں" کہنے میں ہے عذر تو اچھا نہیں سہی
للہ کوئی بات تو کہئے جواب میں

دامانِ عشق تجھ کو ہے کیوں اپنی جستجو
آنسو بہت سے ہیں مری چشمِ پُر آب میں

پیمان و عہد کر کے بُتِ فتنہ کار سے

زبانِ عشق پر جب قصۂ خاموش ہوتا ہے
تو دُنیا کا ہر ایک ذرّہ سراپا گوش ہوتا ہے

میں جب رُوداد کہتا ہوں وہ جب رُوداد سُنتے ہیں
نہ مجھ کو ہوش ہوتا ہے نہ ان کو ہوش ہوتا ہے

ہماری سمت جب بھی وہ ادا سے مُسکراتے ہیں
بپا دل میں ہمارے محشرِ خاموش ہوتا ہے

تری مستانہ نظروں میں عجب اعجاز ہے ساقی
نظر جس سے بھی لڑ جاتی ہے وہ مدہوش ہوتا ہے

خُدا رکھے تمہیں چھائے ہوئے ہو سب کی دُنیا پر
جسے تم ہوش دیتے ہو اسی کو ہوش ہوتا ہے

قسم لبریز ساغر کی کہ بادل گھر کے آتے ہیں
ہمیں جس دم خیالِ بادۂ سرجوش ہوتا ہے

سُناتا ہوں میں دل کی داستاں جب شب میں تاروں کو
دَورِ کیف میں سارا جہاں خاموش ہوتا ہے

نقابِ رُخ اُلٹ دیتے ہیں جب وہ آکے محفل میں
خُدا شاہد ہے اس دم دو جہاں بیہوش ہوتا ہے

یہ اکثر میں نے دیکھا ہے وہ چونک اُٹھتے ہیں گھبرا کر
جو نہی افسانہ کہتے کہتے دل خاموش ہوتا ہے

اسی مدہوش پر دونوں جہاں کی مستیاں صدقے
نگاہِ مست کے صدقے میں جو مدہوش ہوتا ہے

ہماری سمت وہ جب بھی ادا سے مُسکراتے ہیں
بپا بہزاد دل میں محشرِ خاموش ہوتا ہے

اک جنبشِ لطیف جو ہے چشمِ یار میں
اس کا ہے داغ خاص دلِ بیقرار میں

نیرنگِ حسن و عشق کہوں بھی تو کیا کہوں
تم اختیار میں ہو نہ دل اختیار میں

واعظ بتا گھٹائیں کہاں سے میں لاؤں گا
توبہ تو ہر گھڑی ہے مرے اختیار میں

بے اختیار اُڑا کے گریباں کی دھجیاں
دامن کی خیر مانگ رہا ہوں بہار میں

اس کی خبر نہیں ہے کہ کس طرح سے لُٹا
اتنا تو یاد ہے کہ لُٹا تھا بہار میں

میں رو رہا ہوں اور کسی کو خبر نہیں
یارب اثر دے گریۂ بے اختیار میں

اے بیخودِ جہاں تجھے اس کی خبر نہیں
دُنیا تڑپ رہی ہے ترے انتظار میں

جز خار کچھ نہیں مرے دامانِ عشق میں
ہر ہر طرح کے پھول ہیں دامانِ یار میں

شاید مرے سکون پہ قبضہ نہیں ترا
ورنہ ہر ایک شے ہے ترے اختیار میں

بہزاد وہ گدائے محبت ہے جو غریب
پھیلا دے اپنا ہاتھ تمنائے یار میں

○

کیا یہ بھی میں بتلا دوں تو کون ہے میں کیا ہوں
تو جانِ تماشا ہے میں محوِ تماشا ہوں

تو باعثِ ہستی ہے میں حاصلِ ہستی ہوں
تو خالقِ اُلفت ہے اور میں ترا بندہ ہوں

جب تک نہ ملا تھا تو اے فتنۂ دو عالم
جب درد سے غافل تھا اب درد کی دُنیا ہوں

کچھ فرق نہیں تجھ میں اور مجھ میں کوئی لیکن
تو اور کسی کا ہے بیدرد میں تیرا ہوں

مدّت ہوئی کھو بیٹھا سرمایۂ تسکیں میں
اب تو تری فُرقت میں دن رات تڑپتا ہوں

ارمان نہیں کوئی گو دل میں مرے لیکن
اللہ ری مجبُوری مجبُورِ تمنّا ہوں

بہزادِ حزیں مجھ پر اک کیف سا طاری ہے
اب یہ مرا عالم ہے ہنستا ہوں نہ روتا ہوں

○

یاد اب بے خبر نہیں آتا | چین بھی تا سحر نہیں آتا
لگ گیا دل فضائے صحرا میں | یاد اب اپنا گھر نہیں آتا
ان کے جلووں میں کھو گئیں آنکھیں | ہم کو اب کچھ نظر نہیں آتا
چین جس کیفیت کو کہتے ہیں | صبح سے بیشتر نہیں آتا
خشک ہے دامنِ الم اب تک | کچھ تجھے چشمِ تر نہیں آتا
ان نگاہوں کا رنگ ہے بدلا | جذبِ دل میں اثر نہیں آتا

جس طرف بیٹھتے ہیں ہم بہزاد
وہ ادھر جان کر نہیں آتا

○

تجھ سے بھرائے گریہ دلِ مبتلا مجھے
میری دُعا یہ ہے کہ مٹا دے خدا مجھے

منزل کا کام یہ ہے کہ رہرو کو کھینچ لے
دھوکا نہ دے خدا کے لئے رہنما مجھے

خود وہ تجربات کی دُنیا میں غرق ہیں
اچھا ملا ہے یہ دلِ بے مُدعا مجھے

پیہم سجود اس لئے کرتا ہوں راہ میں
مجبور کر رہا ہے ترا نقشِ پا مجھے

شعلہ بنا دیا ہے مجھے برقِ عشق نے
گنجینۂ جمال دیا تو نے کیا مجھے

میری نوا ہے سرد مری آہ بے مزا
للّٰلہ چھیڑا اے نگہ فتنہ زا مجھے

بہزاد ورنہ شعر کہاں اور میں کہاں
قسمت سے مل گیا دلِ درد آشنا مجھے

○

نظمیں

گنگا کا کنارا :۱

آنکھوں کو میسر ہے یہ دل چسپ نظارا — تابندہ یہ ذرات یہ گنگا کا کنارا

اس طرح سے دریا میں ہے موجوں کے تلاطم — جیسے کوئی کرتا ہو اشارے پہ اشارا

یہ بھیگے ہوئے گیسوئے شب تا بہ کمر آہ — ہر قطرۂ آبی ہے غرض چرخ کا تارا

گرمی کی ہواؤں کا شب انداز ترنم — جیسے کہ کہیں دور یہ بجتا ہو چکارا

مصروف ہے اشنان میں اک حسن سراپا — فردوسِ تماشا ہے یہ گنگا کا کنارا

یہ جسم حسیں چاند سے تابندہ ہے زاہد — اور چاند کو عالم نہیں ہوتا یہ گوارا

وہ ابر کے پردے میں چھپا شرم کا مارا — کیا منہ کو دکھائے وہ بھلا شرم کا مارا

اشنان سے فارغ ہوئی وہ حسنِ مجسم — دیکھا تو کنارے پہ ہے اک درد کا مارا

آنکھوں میں بھرے اشک ہیں چہرے پہ اداسی — چلتا ہے ہر اک گام پہ لے لے کے سہارا

پہچان گئی دیکھ کے وہ مرد حزیں کو — کہنے لگی کیا ہو گیا یہ حال تمھارا

اک درد اٹھا قلب میں آنسو نکل آئے — اب چیخ کے رونے ہی لگا درد کا مارا

کہنے لگا اے جانِ تمنائے دل و جاں — وہ کیا کرے جس کو کہ نہ ہو تیرا نظارا

تب حسن یہ بولا ترے جذبہ کے تصدق — اے کاش کہ ہو جائے تجھے ضبط کا یارا

فانی ہے مرا روپ مرا حسن ہے فانی — فانی مرا پیکر ہے یہ فانی ہے نظارا

جس نے مجھے پیدا کیا وہ خالقِ عالم — تو اس کی طرف دیکھ کہ کس درجہ ہے پیارا

تو دیکھ ذرا جلوۂ لیلائے حقیقی
پی جھوم کے پی ساغر صہبائے حقیقی

○

کیفیاتِ دل

گلشن میں ہوائیں تھیں اُن سے بھی نہ دل بہلا
پُر کیف فضائیں تھیں ان سے بھی نہ دل بہلا
آہو بھی خراماں تھے اُن سے بھی نہ دل بہلا
سو رنگ گلستاں تھے ان سے بھی نہ دل بہلا
پھُولوں میں شرارے تھے اُن سے بھی نہ دل بہلا
جھٹکے ہوئے تارے تھے اُن سے بھی نہ دل بہلا
بُلبُل کے ترانے تھے اُن سے بھی نہ دل بہلا
پھولوں کے خزانے تھے اُن سے بھی نہ دل بہلا
راتوں میں لطافت تھی اُن سے بھی نہ دل بہلا
کلیوں میں نزاکت تھی اُن سے بھی نہ دل بہلا
گیسو سی گھٹائیں تھیں اُن سے بھی نہ دل بہلا
ہُو حق کی صدائیں تھیں اُن سے بھی نہ دل بہلا
یکبارگی بیروں شُد از پردہ پری رُوئے
خوش چشم و خوش انداز و خوش سیرت و خوش خوئے
چوں شمع صفت دیدم ایں دل شدہ پروانہ
اے وا دلِ دیوانہ صد وا دلِ دیوانہ

○

زاہد سے خطاب

زاہد اے زاہد ادھر آ زیست کا حاصل بھی دیکھ
جس پہ سَو آسانیاں صدقے ہیں وہ مشکل بھی دیکھ

آخرش کب تک رہے گا طالبِ حورِ بہشت
ماہِ پیکر ماہِ طلعت لیلئے محمل بھی دیکھ

تاکجا یہ خانقاہوں کی فضائے بند بند
یہ ہوائیں دیکھ یہ حُسنِ مہ کامل بھی دیکھ

تیرا سر فرشِ حرم پر میرا پلئے یار پر
اپنی منزل دیکھنے والے مری منزل بھی دیکھ

دانۂ تسبیح کیوں گردش میں رکھتا ہے مدام
زیرِ خنجر اک ذرا تو گردشِ بسمل بھی دیکھ

اپنی کشتی کو بڑھا لا بحرِ حُسن و عشق میں
جو سفینے کو بچا لیتا ہے وہ ساحل بھی دیکھ

ڈھونڈنے والے خیالِ کعبۂ اقدس ہے کیوں
جس میں وہ جلوہ فگن ہے وہ حریمِ دل بھی دیکھ

بُر قدامت داستانِ سنگِ اسود تا کجا
عارضِ گُل رنگِ جاناں کا سیہ سا تِل بھی دیکھ

تیرے لب پر ہیں وظیفے اس کے لب پر نامِ دوست
اتنی بے دینی پہ یہ بہزاد ہے کامل بھی دیکھ

دیوانے کی عید

آسماں پر چاند نکلا عید کا
بس یہی جملہ ہے اک تمہید کا

یوم عید آیا بصد عزّ و وقار
تھی زمانے کی ہر اک شے پر بہار

دل ہر اک چھوٹے بڑے کا شاد تھا
ہر طرف شورِ مبارک باد تھا

آدمی پر اک گریباں چاک تھا
دل فگار و مضطر و نمناک تھا

مضطرب سا ایک جانب تھا رواں
اک مکاں کے پاس ٹھہرا ناگہاں

بام پر کوئی نظر آنے لگا
دیکھ کر دیوانہ تھرّانے لگا

سامنے تھا ایک حُسنِ فتنہ زا
دلفریب و دل گداز و دل رُبا

اس سے پھر بولا یہ حُسنِ عشوہ گر
عید کا دن ہے ارے او بے خبر

آج تو خوش ہو ذرا دل شاد ہو
آج تو بیگانۂ فریاد ہو

عید گہ کو جا نمازیں کر ادا
آج تو بن جا ذرا تو با خُدا

وہ ہنسا اور ہنس کے یہ کہنے لگا
کچھ خبر بھی ہے تجھے او بیوفا

عید گاہِ ما غریباں کوئے تو
انبساطِ عید دیدن روئے تو
صد ہزاراں عید قربانت کنم
اے ہلالِ عید ما بر روئے تو

○

بددعائیں

پسِ چلمن کوئی جلوہ فگن تھا
کہ گویا بعد کانٹوں کے چمن تھا

نگاہیں اٹھ گئیں اک بار میری
وہاں میں نے خدا کی شان دیکھی

تغافل کیش اس جا جلوہ گر تھا
وہی عالم وہی رنگِ نظر تھا

تمامی جسم سے میں کانپ اٹھا
ہوا رگ رگ میں میری درد پیدا

نظارہ اور نا امید ہو کر
یہ ماہِ صوم آیا عید ہو کر

یکایک میں یہ کہہ اٹھا کہ ظالم
خدا اس بات کا ہے اصل عالم

کہ میں نے کس طرح کاٹی ہیں راتیں
تمام رات کی ہیں دل سے باتیں

خدا غارت کرے تجھ کو ستمگر
کہ تو نے بھر دیے رگ رگ میں نشتر

خدا تیرا سکون و عیش چھینے
میسر ہوں تجھے غم کے سفینے

تغافل کا ملے بدلا تجھے بھی
سکوں حاصل نہ ہو اصلاً تجھے بھی

مری صورت بنے دیوانہ تو بھی
محبت کا کہے افسانہ تو بھی

○

حقیقت تو یہ ہے بہزادِ مضطر
میں یہ کہہ کر ہوا شرمندہ یکسر

مرے دل کو عجب شرمندگی ہے
کہ میں نے بددعا کیسی یہ دی ہے

برا چاہا ہے اپنے بے وفا کا
اسی تسکینِ قلبِ مبتلا کا

دعائے قلبِ مضطر اب تو یہ ہے
دلی حسرت سراسر اب تو یہ ہے

ہماری آہ پڑ جائے ہمیں پر
زمیں کی بات رہ جائے زمیں پر

○

طارق ساحلِ اندلس پر

گیسوئے شام تا بہ قدم آکے رک گئے
آمد سے نور کی پئے تعظیم جھک گئے

ہر ذرۂ جہاں ہوا بیدادِ آرزو
ہر ذی حیات ہو گیا سرشارِ آرزو

پیدا ہوا ہواؤں میں اک تازگی کا رنگ
پھرنے لگا فضاؤں میں اک دلکشی کا رنگ

شورِ اذانِ صبح ہوا یک بیک بلند
اٹھے پئے سجود جوانانِ ارجمند

عیدِ جہادِ صبح مراقش میں ہو گئی
تقدیرِ کفر دھوپ کی گرمی میں سو گئی

کشتیٔ اہلِ جوش کا لنگر بھی اٹھ گیا
رخ اندلس کی سمت تھا طارق تھا ناخدا

کل راہِ بحر ایک ہی پل میں پار تھی
ان مسلموں میں قدرتِ حق آشکار تھی

اندلس کی سرزمین پہ اتری جو فوجِ حق
دھانی تھی دھوپ چہرۂ باطل کا رنگ فق

طارق نے یہ کہا کہ جلا دو جہاز کو
ناکام لوٹ کر نہ چلیں گے حجاز کو

یہ ملک دشمنانِ رسولِ خدا کا ہے
وہ سر کٹائے بڑھ کے جو طالب بقا کا ہے

جو آج ہچکچائے وہ بیشک لعین ہے
تلوار کی قضا تو سپاہی کا دین ہے

تم ساقیٔ حجاز کے خدمت گزار ہو
جنبش ہو زیرِ تیغ تو مستانہ وار ہو

ہسپانیہ سے لوٹ کے جانا نہیں تمہیں
اتنا سمجھ لو پیٹھ دکھانا نہیں تمہیں

باطل کا سر جھکاؤ کہ نام اپنا ہو بلند
دنیا میں کامگار ہو عقبیٰ میں سربلند

آج امتحانِ حوصلۂ خوب و زشت ہے
دیکھو تمہاری تیغ کے نیچے بہشت ہے

جو ایک قطرہ خون کا اس جا بہائے گا
یاقوت کے مکان وہ جنت میں پائے گا

ہاں کس کو آرزو ہے حیاتِ دوام کی
رکھے گا کون لاج محمدؐ کے نام کی

اس سے زیادہ صاحبِ جرأت نہ سن سکے
لے کر خدا کا نام وہ یکبارگی بڑھے

آخر کو کفر دب گیا ایماں کے سامنے
تھمتا بھی کون؟ جوشِ مسلماں کے سامنے

بہزاد یہ جری جہاں اُترے تھے شان سے
اب تک وہ دشت گونج رہا ہے اذان سے

○

حال

مجھے آج اک بے وفا یاد آیا

مجھے یاد آئیں وہ پُر کیف راتیں
وہ ظالم نگاہیں وہ بیدرد گھاتیں
وہ بازیٔ الفت کی دلچسپ باتیں

اسی یاد نے مجھ کو پہروں رُلایا
مجھے آج اک بے وفا یاد آیا

کبھی مُنہ چُھپانا کبھی مُنہ دکھانا
کبھی رونے لگنا کبھی مُسکرانا
کبھی بے حجابانہ آنکھیں لڑانا

مٹایا بنایا، بنایا مٹایا
مجھے آج اک بے وفا یاد آیا

وُہ زلفِ سیہ تا کمر توبہ توبہ
وُہ الفت میں ڈوبی نظر توبہ توبہ
وُہ چشمِ کرم کا اثر توبہ توبہ

اسی نے مجھے آج یہ دن دکھایا
مجھے آج اک بے وفا یاد آیا

وہ مستانہ نظروں سے پیغام الفت
وہ شوخی وہ عشوہ فہیم شرارت
سراپا عنایت مجسم محبت

غرض خوب سا خواب الفت دکھایا
مجھے آج اک بے وفا یاد آیا

مرے دل میں اک درد سا ہو رہا ہے
تصور میں یہ آج کیسا ہو رہا ہے
وہ بہزاد پھر رونما ہو رہا ہے

وہی تو وہ ہے جس نے مجھ کو مٹایا
مجھے آج اک بے وفا یاد آیا

○

جمنا کا کنارا

اک مضطرب شام الم درد کے مارے
تھا سوچ میں بیٹھا ہوا جمنا کے کنارے
پانی کا تلاطم تھا کہ عکس دل مضطر
تھے عمر رواں کی طرح بہتے ہوئے دھارے
افلاک کی کھڑکی سے سحر جھانک رہی تھی
اس منظر خاموش سے حیران تھے تارے
ہلکا سا ابھی پردۂ ظلمت بھی پڑا تھا
روپوش نگاہوں سے تھے دنیا کے نظارے

بارگی اک سمت سے اک نور سا اٹھا
اس نور کو تکنے لگے حیرت سے ستارے

نور بڑھا مضطر و مغموم کی جانب
اُس بات میں ہونے لگے موجوں میں اشارے

رشید نے دامانِ سحر کر دیا پرُزے
کرنیں بڑھیں بیساختہ کرنے کو نظارے

کی بڑھی اور روانی پہ روانی
پانی پہ حُبابوں نے بھی سر اپنے اُبھارے

س نور میں تھا حُسن کا اک پیکرِ کامل
اک نُعبتِ بیباک تھی زلفوں کو سنوارے

ہ دونوں طرف مانگ کے چھڑکی ہوئی افشاں
جس طرح کہ چمکیں شب تاریک میں تارے

حشر خرامی کہ قیامت بھی خجل ہو
چلتی تھی وہ ہر گام پہ بھر بھر کے طرارے

اریک سے ہونٹوں پہ لئے حشر تبسّم
آنکھوں میں دہکتے ہوئے اُلفت کے شرارے

پاس آہی گئی مضطر و مغموم کے آخر
کہنے لگی کس موج میں ہو تم مرے پیارے

اک آہ کا نعرہ بھرا اس مردِ حزیں نے
خاموش رہا دل کی طرف کر کے اشارے

اب حُسن کی آنکھوں میں بھی کچھ آ گئے آنسو
اس نے کہا بے ساختہ قربان تمھارے
تم نے تو محبت کے نئے رنگ دکھائے
اُف کھینچ بلایا مجھے جمنا کے کنارے
ان لفظوں سے ہوش آگیا مدہوشِ الم کو
اس نے کہا سر رکھتا ہوں قدموں پہ تمھارے
مجھ سے بڑی تقصیر ہوئی رحم کرو تم
مجبورِ فغاں ہو گیا میں درد کے مارے
اب حُسن کو بھی تابِ تغافل ہی کہاں تھی
اُس نے کہا تقصیر یہ کب ہے مرے پیارے
سچ پوچھو تو یہ عشق و محبت کے ہیں نیرنگ
میں عشق سے ہاری ہوں نہ تم حسن سے ہارے

○

نعلین پر قربان

امیرِ خسروِ ذی جاہ شیدائے نظام الدیں
فدائے راہِ حق و محرمِ اسرار و با تمکیں
کسی جا تھے فروکش مع منال و لشکرِ عالی
طبیعت پہ مگر افسردگی تھی اور بے حالی
قدومِ پاکِ مُرشد سے جُدا تھے رنج اس کا تھا
حقیقت میں یہ سارا عشق و راحت غم کا نقشہ تھا

یکایک خوش ہوئے اور اس طرح لوگوں سے فرمایا
ہوا کا آج جھونکا بوئے مرشد کس طرح لایا

غلاموں نے کہا حضرت یہاں پر اک مسافر ہے
اسی کی ذات سے وابستہ شاید یہ کوئی سر ہے

سخن سنتے ہی اٹھ بیٹھے امیر خسرو خوش خو
چلے اس سمت آتی تھی جدھر سے پیر کی خوشبو

یکایک اک مسافر خستہ تن ان کو نظر آیا
اور اس سے اس طرح سے خسرو عالی نے فرمایا

میاں اتنا بتا دو آخرش کس جا سے آئے ہو
بطورِ تحفہ اپنے ساتھ تم کیا چیز لائے ہو

مسافر نے کہا سرکار میں دہلی سے آتا ہوں
وہاں سے کفشِ محبوبؒ الٰہی ساتھ لاتا ہوں

ملی ہے یہ متاعِ خاص محبوبؒ الٰہی سے
بچالے گی سپر بن کر یہی مجھ کو تباہی سے

اٹھا آنکھوں میں اک طوفانِ گریہ رو پڑے خسرو
مسافر سے یہ فرمایا تم اس کو بیچتے بھی ہو

یہ میرا جتنا مال و زر ہے سب میں تم کو دیتا ہوں
عوض میں کفشِ محبوبؒ الٰہی تم سے لیتا ہوں

مسافر ہو گیا راضی وہ سارا مال و زر لیکر
چلے خسرو بھی کفشِ پاک کو بالائے سر لے کر

مئے الفت سے پڑتے تھے قدم لغزیدہ لغزیدہ
چلے وہ پیر کی جانب مگر ترسیدہ تر
بالآخر سامنے آہی گئے محبوب یزداں کے
بایں صورت کہ کفش پاک اپنے سر پہ باند
تبسم آگیا روئے شہنشاہِ طریقت پر
اٹھا دل میں خوشی کا جوش خسرو کی محبت
یہ فرمانے لگے گو دیکھے کُل ساماں خریدی ہے
مگر خسرو یہ میری کفش تو ارزاں خریدی
اسے کہتے ہیں عشق پیر یہ شانِ مُریدی ہے
نجاتِ دائمی کی بس یہی اک راہ سیدھی
ہزار آزادیاں صدقے کہ پابندِ غلامی ہوں
خُدا کا شکر ہے بہزادِ مضطر میں نظامی ہوں

○

شہِ دین خُسرو امیرِ طریقت

عجب ذاتِ اقدس تھی دُنیا میں اُنکی
نہیں جس کی تمثیل ممکن کہیں بھی
تھی مشہور محبُوبِ الٰہی پرستی
تھی محبُوبِ الٰہی سے ان کو محبت
شہِ دینِ خسرو امیرِ طریقت

فقط ذاتِ مرشد سے تھا کام ان کو
تھا یکساں غرض ننگ اور نام ان کو
بلا پیر کے دن بھی تھا شام ان کو
غرض تھی محبّت ہی ان کی حقیقت
شہِ دینِ خسرو امیرِ طریقت

کیا جبکہ محبوبِ الٰہی نے پردہ
یہ مرشد کا عاشق بہت دُور پر تھا
مگر سچ ہے دل کا تو تھا دل سے رستا
چلا سمت دہلی یہ شاہِ شریعت
شہِ دینِ خسرو امیرِ طریقت

یہاں یہ وصیت تھی محبوبِ حق کی
کہ خسرو نہ آئے مری قبر پر بھی
محبت کی قوت نہ سمجھے گا کوئی
محبّت سراپا ہے خسرو کی طینت
شہِ دینِ خسرو امیرِ طریقت

غرض عشقِ مرشد سے سرشار خسرو
تپِ عشقِ مرشد کے بیمار خسرو
سلاسل میں غم کی گرفتار خسرو
درِ مرشدِ پاک پہنچے بہ عجلت
شہِ دینِ خسرو امیرِ طریقت

کہا اُن سے لوگوں نے آگے نہ بڑھیے

ذرا حکم مرشد کا تو ہم سے سُنیئے
محبت کی موجوں میں زائد نہ بہیئے

یہ سُنتے ہی ٹھہرے وہ شاہِ شریعت
شہِ دین خسرو امیرِ طریقت

ہوا ایک دریا سا آنکھوں سے جاری
گھٹا غم کی تھی ان پہ بے طرح طاری
طبیعت تھی بے پیر جینے سے عاری

جلائے تھا رگ رگ کو سوزِ محبت
شہِ دین خسرو امیرِ طریقت

پڑھا ایک ہندی میں خسرو نے دوہا
کہ جس میں نہاں حال کل قلب کا تھا
محبت کا نغمہ تھا الفت کا قصّا

وہیں گر پڑا عاشقِ پر محبت
شہِ دین خسرو امیرِ طریقت

جو لوگوں نے دیکھا تو خسرو کہاں تھے
جہاں پر تھے مرشد وہ پہنچے وہاں تھے
بظاہر نہاں تھے بہ باطن عیاں تھے

یہ تھا عشق مرشد یہی تھی محبت
شہِ دین خسرو امیرِ طریقت

الٰہی دے دنیا کو ایسی محبت
بلا پیر کے چین ہو اور نہ راحت
نہ حاصل خوشی ہو نہ حاصل مسرت

ہے بہزادِ مضطر یہی میری حسرت
شہِ دینِ خسرو امیرِ طریقت

○

اِلتجا

خُدارا بتا دو کہ کیوں جا رہے ہو

خطا ہم غریبوں سے کیا ہو گئی ہے
بتاؤ تو کیا وجہ ناراضگی ہے
نہ چہرہ ہے شاداں نہ لب پر ہنسی ہے
یہ کیوں آج آخر ستم ڈھا رہے ہو
خُدارا بتا دو کہ کیوں جا رہے ہو

تمہیں یاد ہے تم سے عہدِ وفا تھا
نہ چھوڑوں گا تم کو یہ تم نے کہا تھا
ذرا سوچ لو کوئی وعدہ کیا تھا
فراموش کیوں عہد فرما رہے ہو
خُدارا بتا دو کہ کیوں جا رہے ہو

تمہیں چاہتے ہیں خطا بس یہی ہے
ذرا دیکھو آنکھوں میں سب کے نمی ہے
ہر اک شخص کے رُخ پہ افسردگی ہے
محبّت کو کیوں ہائے ٹھکرا رہے ہو
خُدارا بتا دو کہ کیوں جا رہے ہو

ہماری طرف بھی ذرا مُڑ کے دیکھو
یہ کیا کر رہے ہو ذرا دل میں سوچو
ہمارے لئے بھی زباں اپنی کھولو
یہ کیوں ساری محفل کو رُلوا رہے ہو
خُدارا بتا دو کہ کیوں جا رہے ہو

نہ جاؤ جاؤ کہ جانے سے حاصل
غریبوں کی تسکیں مٹانے سے حاصل
محبّت بھرے دل ستانے سے حاصل
ستا کر ہمیں کیف کیا پا رہے ہو
خُدارا بتا دو کہ کیوں جا رہے ہو

○

تیرے بغیر

کچھ نہیں ہیں کچھ نہیں کون و مکاں تیرے بغیر
نقشۂ باطل ہیں یہ دونوں جہاں تیرے ب
اب شکستہ ہے طلسمِ رنگ و بوئے گلستاں
دُھندلا دُھندلا ہے چراغِ آشیاں تیرے
روح میں گرمی نہیں ہے قلب میں سوزش نہیں
منجمد انداز ہے خونِ رواں تیرے ب
شورشِ پیہم گئی آیا جمودِ مستقل
اب محبّت بن گئی خوابِ گراں تیرے ب

اب نہ نالے ہیں نہ آہیں ہیں نہ ہی فریاد و شور
نامُرادی ہے مُرادِ عاشقاں تیرے بغیر

چھیڑتا ہے گو مسلسل آج تک مضرابِ عشق
بے نوا و بے صدا ہے سازِ جاں تیرے بغیر

غنچہ غنچہ پتہ پتہ بے نمو بے رنگ ہے
حالِ گلشن یہ ہے جانِ گلستاں تیرے بغیر

لفظِ عشرت کی کوئی تشریح ہو سکتی نہیں
نامکمل رہ گئی ہے داستاں تیرے بغیر

آمد و شدِ نفس گو ہے مگر بے نظم ہے
اب بھٹکتا پھر رہا ہے کارواں تیرے بغیر

سننے والے طول کیوں قصہ کو دوں کیا فائدہ
الغرض بہزاد ہے بے خانماں تیرے بغیر

○

میرے بغیر

سحرِ عشق و عاشقی ہے بے نشاں میرے بغیر
ہے فسونِ حُسن بھی وہم و گماں میرے بغیر

اب کہاں گیسوئے مشکیں کی وہ عنبر بیزیاں
تلخ تر ہے وہ لبِ شکر فشاں میرے بغیر

اب کہاں ہے سُرمگیں آنکھوں کا وہ اندازِ خاص
ہو گئی سب بے نورِ چشمِ گل رخاں میرے بغیر

میرے ہاتھوں ہو گئی ہے سرد پھر نبضِ جمال
حُسن کو ہے سانس بھی لینا گراں میرے بغیر

قلقلِ مینا بھی ہے بادہ بھی ہے ساغر بھی ہے
پھر کہاں وہ نعرہ ہائے میکشاں میرے بغیر

حُسن محکومِ محبّت ہے سراسر دیکھ تو
بندہ پرور تم رہے ہو تم کہاں میرے بغیر

زحمتِ گریہ نہ دیجے اپنی چشمِ ناز کو
دل کو عادی کیجے اے مہرباں میرے بغیر

لذّتِ خوابِ سُبک بھولا ہوا افسانہ ہے
دیکھتا ہے حُسن اب خوابِ گراں میرے بغیر

اب جہاں میں اک سکوتِ مستقل کا دَور ہے
ہو گئی خاموش دُنیا کی زباں میرے بغیر

مجکو اے بہزاد یہ ہے فخر فطرت کے خلاف
وہ دلِ نازک بنا قلبِ تپاں میرے بغیر

○

خوابِ محبّت

یہ آج کیا ہے جو آپے سے جا رہا ہوں میں
فضا تخیّل کی رنگین پا رہا ہوں میں

بدل گئی ہیں زمانے کی گردشیں شاید
جہاں پہ جا نہیں سکتا ہوں جا رہا ہوں میں

یہ میرے دستِ طلب دستِ شوق بن ہی گئی
کہ درمیان کے پردے اُٹھا رہا ہوں میں

الٰہی خیر طبیعت پہ ہے سکوں طاری
کسی کو اپنے مقابل میں پا رہا ہوں میں

الٰہی قوتِ گفتار کچھ فزوں کر دے
کہ داستانِ محبّت سُنا رہا ہوں میں

کسی کے دستِ حنائی میں جامِ رنگیں ہے
اسی سے ہوش کی دولت لُٹا رہا ہوں میں

خدائے حُسن خُدارا معاف کر مجھ کو
کسی نگہ سے نگاہیں ملا رہا ہوں میں

مرے نیاز میں بھی رنگِ ناز آ ہی گیا
وہ رو رہے ہیں تو اب مسکرا رہا ہوں میں

کسی کی برقِ تبسّم ارے معاذ اللہ
کہ اپنے آپ کو بے ہوش پا رہا ہوں میں

مرے طلب کی بھی دنیا بدل گئی ہے تمام
پکڑ رہے ہیں وہ دامن چھڑا رہا ہوں میں

حقیقت اس کو زمانہ سمجھ نہ لے بہزاد
یہ ایک خواب ہے جس کو سُنا رہا ہوں میں

○

چاندنی راتیں

یاد کرو وہ چاندنی راتیں — ہوتی تھیں جب تم سے باتیں
نور جہاں میں پھیلا تھا۔ سرد ہوا کا جھونکا تھا۔ ہر سو ایک اُجالا تھا۔ تم تھے اور دل والا تھا
یاد کرو وہ چاندنی راتیں — ہوتی تھیں جب تم سے باتیں
دل میرا مسرور بہت تھا۔ رنج والم سے دُور بہت تھا۔ نظروں سے مخمور بہت تھا
ان راتوں میں نور بہت تھا
یاد کرو وہ چاندنی راتیں — ہوتی تھیں جب تم سے باتیں
دل تھا تمھارے ہاتھوں میں۔ مست نگہ تھی گھاتوں میں۔ نیند کہاں تھی راتوں میں
کٹتی تھیں راتیں باتوں میں
یاد کرو وہ چاندنی راتیں — ہوتی تھیں جب تم سے باتیں
دل کیوں ہو بدنام محبت۔ تم نے دیا پیغام محبت۔ یاد کرو ہنگام محبت
کہتا ہے ناکام محبت
یاد کرو وہ چاندنی راتیں — ہوتی تھیں جب تم سے باتیں
بستا ہے جنگل کونا کونا۔ کام ہے اشکوں سے مُنہ دھونا۔ کیسی نیند کہاں کا سونا
خود ہی سمجھ لو کیوں ہو رونا
یاد کرو وہ چاندنی راتیں — ہوتی تھیں جب تم سے باتیں
روتا ہے برباد کو دیکھو۔ یاس کو دیکھو یاد کو دیکھو۔ اپنی اس بیداد کو دیکھو
خود کو اور بہزاد کو دیکھو
یاد کرو وہ چاندنی راتیں — ہوتی تھیں جب تم سے باتیں

گیت

○

دِل کی بات

سُن لے سجنی دل کی بات
اب نہیں کاٹے کٹتی رات

کالے بادل آئے ہیں
سارے جہاں پہ چھائے ہیں
تجھ بن سونی ہے برسات
سُن لے سجنی دل کی بات

تو نے ہنس کر جیت لیا
عشق کو یکسر جیت لیا
ہم نے ہنس کر کھائی مات
سن لے سجنی دل کی بات

تو جو نہیں دل کے چاند
ہو گئی ساری دُنیا ماند
تجھ بن ہم کو دن بھی ہے رات
سُن لے سجنی دل کی بات

ہاں ہاں تو ترڑپائے جا
ہم کو مست بنائے جا
پریم بھری ہے پریم کی گھات
سن لے سجنی دل کی بات

تیری آنکھوں پر قربان
میرا دین مرا ایمان
تیری ہے اب میری ذات
سُن لے سجنی دل کی بات

جان کو اپنی کھوتا ہوں
تجھ بن میں یوں روتا ہوں
جیسے بھیگی ہو برسات
سُن لے سجنی دل کی بات

ختم یہ بے چینی کر دے
رات میں رنگینی بھر دے
رات کو کر دے آگر رات
سُن لے سجنی دل کی بات

ہم کو جلا کر خوش کیوں ہے
دل کو مٹا کر خوش کیوں ہے
جیت حقیقت میں ہے مات
سُن لے سجنی دل کی بات

رونا ہے مر جانا ہے
نام وفا کر جانا ہے
یاد رہے گی تیری گھات
سُن لے سجنی دل کی بات

اب تو ہے بہزاد ترا
یہ مردِ ناشاد ترا
لاج ہے اس کی تیرے ہات
سُن لے سجنی دل کی بات

○

سجنی

دل بہت ہے اُداس

جینا ہے دشوار ہمارا
کوئی نہیں جینے کا سہارا

تم کہاں ہو پاس
سجنی
دل بہت ہے اُداس

پریم کی دُنیا جے بولے
اپنی تو نیتا ڈگمگ ڈولے

پریم نہ آیا راس
سجنی
دل بہت ہے اُداس

ہم تو کبھی نالے نہیں کرتے
آہ کبھی آہیں نہیں بھرتے

ہم کو ہے تیرا پاس
سجنی
دل بہت ہے اُداس

تیری جفائیں سہتے سہتے
رنج و الم میں رہتے رہتے

ہم بہت ہیں اُداس
سجنی
دل بہت ہے اُداس

دیکھ ترا بہزاد ہے مضطر
دل میں ہے اس کے تیز انشتر

اور پھٹا ہے لباس
سجنی
دل بہت ہے اُداس

○

آجا سجنی میرے پاس

دل کی تمنا تو تُو ہے
میرا سہارا تو تُو ہے
توڑ نہ میرے دل کی آس
آجا سجنی میرے پاس

تجھ بن ہے آرام کہاں
رہتا ہوں ہر دم گریاں
پریم نہ پھر بھی آیا راس
آجا سجنی میرے پاس

پریم نے تن من لوٹ لیا
پریم نے جیون لوٹ لیا
پریم نہ پھر بھی آیا راس
آجا سجنی میرے پاس

یوں ہیں جہاں میں لاکھ حسیں
لیکن تجھ سا ایک نہیں

رات میں وُہ انداز نہیں
دن میں وُہ سوز و ساز نہیں

کیا کہوں اے بہزاد حزیں
غم نے کیا مجھ کو غمگیں

تیری سی کب ہے بو باس
آجا سجنی میرے پاس

تجھ بن دُنیا بھر ہے اُداس
آجا سجنی میرے پاس

غم نے کیا ہے جیون ناس
آجا سجنی میرے پاس

○

چلو پریم نگر کو ہو آئیں
وہاں اپنا جیون کھو آئیں

وہاں دن میں نکلتے ہیں تارے
وہاں پریم کے بہتے ہیں دھارے

وہاں کوئل گائے کُو کُو کُو
وہاں قمری سُنائے تُو تُو تُو

وہاں پریم کی نیندیں آتی ہیں
وہاں کلیاں کھل کھل جاتی ہیں

انہی دھاروں میں دل کھو آئیں
چلو پریم نگر کو ہو آئیں

انہی باتوں میں کچھ کھو آئیں
چلو پریم نگر کو ہو آئیں

وہاں پریم کی نیندیں سو آئیں
چلو پریم نگر کو ہو آئیں

واں ہوتی ہے شاداب زمیں
واں اک چپہ بے پھول نہیں
وہاں تخمِ محبت بو آئیں
چلو پریم نگر کو ہو آئیں

وہاں رہتا ہے بہزادِ حزیں
بربادِ وفا مخلص بے کیں
اس سے کچھ سُن کر رو آئیں
چلو پریم نگر کو ہو آئیں

اب کہاں آرام تجھ بن ! اب کہاں آرام

روتے بیتا جیون میرا
پھر بھی نہ پایا درشن تیرا
دن بھی بن گیا شام تجھ بن اب کہاں آرام

دل کو سکوں ملتا ہی نہیں
دل کا کنول کھلتا ہی نہیں
رونے سے ہے کام تجھ بن اب کہاں آرام

مٹ گئی آخر دل کی جوانی
رہ گئی کہنے ہی کو کہانی
لُٹ گئے ہم ہر گام تجھ بن اب کہاں آرام

دن کو رونا رات کو رونا
تجھ بن اپنا جیون کھونا
ہم کو ہے اتنا کام تجھ بن اب کہاں آرام

قیس بنا بہزادِ مضطر
رنج اٹھائے اس نے دل پر
یہ ہوا ہے انجام تجھ بن اب کہاں آرام

○

موہے پیت کی ریت بتا سجنی

میں رنگِ محبت کیا جانوں
آغاز کو کیوں کر پہچانوں
اس گتھی کو سلجھا سجنی
موہے پیت کی ریت بتا سجنی

کیا پریم میں رونا ہوتا ہے
کیا جیون کھونا ہوتا ہے
یہ بات مجھے سمجھا سجنی
موہے پیت کی ریت بتا سجنی

کیا پریم میں مستی ہوتی ہے
کھوئی ہر ہستی ہوتی ہے
یہ بھید بھی دے تبلا سجنی
موہے پیت کی ریت بتا سجنی

ساکن ہیں فضائیں دُنیا کی
ہلکی ہیں ہوائیں دُنیا کی
کوئی پریم کا گیت سُنا سجنی
موہے پیت کی ریت بتا سجنی

بہزادِ حزیں افسردہ ہے
مغموم ہے اور پژمردہ ہے
بہزاد کو مست بنا سجنی
موہے پیت کی ریت بتا سجنی

پریم بھکاری پریم بھکارن دونوں ہی تڑپے بن درشن

پریم کے تھے دونوں متوالے
دل میں تھے دونوں کے چھالے ○ دونوں کا ارمان تھا درشن
پریم بھکاری پریم بھکارن

دونوں تھے اک پریم کے مارے
دونوں شب کو گنتے تھے تارے دونوں تھے حسرت کا مخزن
پریم بھکاری پریم بھکارن

پریم نے ان پر تیر چلائے
کہہ نہ سکے یہ دونوں ہائے بن پھولے مرجھایا گلشن
پریم بھکاری پریم بھکارن

یہ دونوں دل والے انساں
پھرتے رہے حیران و پریشاں مٹ گئے آخر پریم کے کارن
پریم بھکاری پریم بھکارن

تم بھی اے بہزادِ سخنور
یونہی مٹو گے ہو کر مضطر جیسے مٹے یہ پریم کے کارن
پریم بھکاری پریم بھکارن

○

تجھ بن سجنی جگ اندھیارا

ناؤ پڑی ہے میری بھنور میں دنیا ہے تاریک نظر میں

سوجھت ناہیں موہے کنارا
تجھ بن سجنی جگ اندھیارا

نلے کرنا آہیں بھرنا
جی جی کر اس پریم میں مرنا

پریت کی ریت نے موہے مارا
تجھ بن سجنی جگ اندھیارا

تو نے بھی تو آنکھ چُرائی
آنکھ چُرا کر سُدھ بسرائی

تجھ سے تھا بس دل کو سہارا
تجھ بن سجنی جگ اندھیارا

آنکھ ترستی ہے سونے کو
دل کہتا ہے بس رونے کو

اور تجھ کو ہے یہ بھی گوارا
تجھ بن سجنی جگ اندھیارا

کل ہم نے بہزاد کو دیکھا
دل تھامے روتا تھا اک جا

کہتا تھا وہ درد کا مارا
تجھ بن سجنی جگ اندھیارا

○

گھِر گھِر آئے بادر کارے ۔ برسے آ کر اُن کے دُوارے

بادر نے آنسو برسائے
بھید محبت کے سمجھائے

ان سے کئے خاموش اشارے
گھِر گھِر آئے بادر کارے

پانی کی ہر بوند اک دل تھی

ان کے جلوؤں کی محفل تھی
ان تک آئی اُن کے مارے
گھر گھر آئے بادر کارے

بادل گرجا بجلی چمکی
بن گئی صورت اس جیون کی
جو جیتا ہے اُن کے سہارے
گھر گھر آئے بادر کارے

آنکھوں میں بھی بادل آیا
ساتھ میں لاکھوں آنسو لایا
برسیں گے اب پریم کے دھارے
گھر گھر آئے بادر کارے

ہم بھی اے بہزادِ مضطر
دیکھ کے روئے کارے بادر
عاجز ہیں ہم دل کے مارے
گھر گھر آئے بادر کارے

○

ڈالی ڈالی کوئل گائے پریم کے گیت جگ کو سنائے

پھول کھلے ہیں باغ میں ہر سو
قمری کہتی پھرتی ہے تو تو
ایک میں ہی کہتا ہوں ہائے
ڈالی ڈالی کوئل گائے

پھول کی ہے بلبل متوالی
گاتی پھرتی ہے ڈالی ڈالی
میرے من کو کچھ نہ سہائے
ڈالی ڈالی کوئل گائے

سُونی سونی ہے من کی دُنیا
کوئی نہیں ہے من کا سہارا

کون ہمارا من بہلائے
ڈالی ڈالی کوئل گائے

کوئل کی سُن سُن کے کہانی
بڑھ گئی ہے اشکوں کی روانی

تم تو اور بھی دل پر چھائے
ڈالی ڈالی کوئل گائے

تم نے تو آنکھیں پھیر لیں اپنی
کِھلتی کلی کیوں کر جیون کی

جان سے کیوں بہزاد نہ جائے
ڈالی ڈالی کوئل گائے

○

آج پپیہے گائے جا
سب کو مست بنائے جا

پڑنے لگی ہے مینہ کی پھُوار
ہر شے پر چھائی ہے بہار

دل کا راز بتائے جا
آج پپیہے گائے جا

تیرے صدقے پی کے نثار
آج تو ہاں ہاں خوب پکار

سارے غموں کو بُھلائے جا
آج پپیہے گائے جا

تجھ کو اپنے پی کی قسم
آج پکارے جا پیہم

پی کا ڈنکا بجائے جا
آج پپیہے گائے جا

پی کے لئے سب ہیں مضطر
پی کے لئے ہر آنکھ ہے تر

سب کا دل گرمائے جا
آج پپیہے گائے جا

تیری طرح بہزادِ حزیں
رہتا ہے ہر دم غمگیں

تسکیں اس کو دلائے جا
آج پپیہے گائے جا

○

آؤ آؤ سا جن پیارے

تم بن موہے چین نہیں ہے
کٹتی موسے رین نہیں ہے

دھیر بندھاؤ ساجن پیارے
آؤ آؤ ساجن پیارے

دل کا مٹانا خوب نہیں ہے
دل کا جلانا خوب نہیں ہے

دل نہ جلاؤ ساجن پیارے
آؤ آؤ ساجن پیارے

روتے روتے جیون گزرا
اپنی حدوں سے تن من گزرا

اب نہ ستاؤ ساجن پیارے
آؤ آؤ ساجن پیارے

روئے کہاں تک دل یہ بچارا
اس کو دے دو کچھ تو سہارا

اب نہ رلاؤ ساجن پیارے
آؤ آؤ ساجن پیارے

تجھ بن ہے بہزاد پریشاں
رہتا ہے دن رات وہ گریاں

اس کو ہنساؤ ساجن پیارے
آؤ آؤ ساجن پیارے

سجنی

دل ہے تیرے بس میں

دل کی تمناؤں کو مٹا دے
بستیٔ دل ویران بنا دے

کیوں ہے پیش و پس میں
سجنی
دل ہے تیرے بس میں

تیری نظر کیوں کر پہچانیں
دل کیا جانے ہم کیا جانیں

پریم نگر کی رسمیں
سجنی
دل ہے تیرے بس میں

دل کو ذرا تسکین ہی دیدے
ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں بھر کے

کھا کے جھوٹی قسمیں
سجنی
دل ہے تیرے بس میں

یوں تو ہر جانور ہے تیرا
ہر ذرّہ اک طور ہے تیرا

تو ہے دلِ بے کس میں
سجنی
دل ہے تیرے بس میں

دیکھ ترا بہزاد طیاں ہے
رنگِ وفا ملتا ہی کہاں ہے

ہر کس اور نا کس میں
سجنی
دل ہے تیرے بس میں

○

سجنی کے لئے تن من دھن ہے
سجنی کے لئے یہ جیون ہے

بے چین ہے میرا قلب حزیں
رہتا ہوں ہمیشہ میں غم گیں

یہ حال مرا بن درشن ہے
سجنی کے لئے تن من دھن ہے

میں روتا ہوں دل روتا ہے
گو رونے سے کیا ہوتا ہے

تقدیر میں لکھی الجھن ہے
سجنی کے لئے تن من دھن ہے

تم نے نظر جب سے پھیری ہے
ہم نے جہاں کو دکھلا دی ہے

آنکھوں کی برسات
سجنی
یاد کرو وُہ بات

روتا ہے بہزاد تمہارا
اس کو دو کوئی تو سہارا

اس نے مانی مات
سجنی
یاد کرو وُہ بات

کتبہ ایس احمد علی بھوپالی
فروری ۱۹۵۹ء